هفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۰ر نومبر ۱۹۶۷ء
۶ر شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ، وَاَقْرَبِكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا، وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ، وَاَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ، وَالْمُتَفَيْهِقُوْنَ"، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهُ فِيْ بَابِ حُسْنِ الْخُلُقِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ قیامت کے روز مجھ سے زیادہ قریب اور مجھ کو تم میں سے زیادہ پسندیدہ وہ حضرات ہوں گے جن کے تم میں سے اخلاق بہت اچھے ہونگے اور مجھ کو مبغوض اور دور قیامت کے روز تم میں سے وہ حضرات ہوں گے۔ جو زیادہ کلام کرنے والے اور اپنی گفتگو میں سختی پیدا کرنے والے اور وہ حضرات جو تکبر کے ساتھ باتیں کرنے والے ہوں گے ترمذی نے اس کو نقل کیا اور کہا۔ کہ حدیث حسن ہے، اور اس کی شرح "باب حسن خلق" میں گزر چکی۔

ف۔ مخاطب کو جو بات سمجھانی ہو۔ اس کو صفائی اور سہولت کے ساتھ کہا جائے بلکہ اس کو دہرا کر کہا جائے کہ مخاطب اچھی طرح سمجھ جائے، اسی غرض سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات فرماتے تو تین مرتبہ اس کا اعادہ فرماتے تھے۔ اور گفتگو اتنی جلدی جلدی نہیں کرتے تھے کہ مخاطب ہر لفظ کے مفہوم کو اپنی گرفت میں نہ لا سکے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِيْ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِيْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنٰى خَبُثَتْ غَثَيَتْ، وَهُوَ مَعْنٰى "لَقِسَتْ" وَلٰكِنْ كَرِهَ لَفْظَ الْخُبْثِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص خبثت نفسی نہ کہے بلکہ "لقست نفسی" کہے۔ (بخاری ومسلم)

علماء نے بیان کیا ہے۔ کہ خبثت کے معنے خراب ہونے کے ہیں اور یہی معنی "لقست" کے ہیں لیکن لفظ خبثت کہنا مکروہ ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُبَاشِرِ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ فَتَصِفَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا"، مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ کوئی عورت اپنے برہنہ جسم کو کسی عورت کے برہنہ جسم کے ساتھ نہ لگائے۔ اور پھر اس عورت کی جسمانی خوبیاں اپنے شوہر سے بیان کرے کہ گویا وہ اس عورت کو دیکھ رہا ہے (بخاری ومسلم)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ اِنْ شِئْتَ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْاَلَةَ فَاِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ"، وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ اَعْطَاهُ"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (جب تم میں سے کوئی دعا مانگے) تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اے اللہ مجھ پر رحم فرما اگر تو چاہے بلکہ دعا میں پختگی کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں ہے اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے، کہ پورے یقین کے ساتھ دعا مانگے اور پوری رغبت کے ساتھ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جو دیتا ہے وہ دینا اس پر کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب نماز کی اقامت (تکبیر) کہہ دی جائے، تو فرض نماز کے علاوہ اور کوئی نماز نہ پڑھنی چاہئے (مسلم)

ف۔ سنت فجر کی تاکید میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔ کہ اگر تم کو گھوڑے بھی روند ڈالیں تب بھی ان کو نہ چھوڑو اس لئے امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ اگر صبح کی سنتیں پڑھنے میں فجر کی نماز کی ایک رکعت بھی مل جائے۔ تو بھی سنتوں کو نہ چھوڑے، تاکہ جماعت اور سنت دونوں کے ثواب سے سرفراز ہو جائے (واللہ اعلم)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَخُصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ، وَلَا تَخُصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُهُ اَحَدُكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ راتوں میں جمعہ کی رات کو عبادت کے لئے خاص نہ کرو اور دنوں میں جمعہ کے دن کو روزے کے لئے خاص نہ کرو مگر ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ تمہارے روزے کا دن جمعہ کو پڑ جائے (یعنی آدمی ایک روزہ ہمیشہ سے رکھتا ہے۔ قدرتاً وہ روزہ جمعہ کے روز آجائے (مسلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ — لاہور

خدام الدین

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۳ | ۷ر شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۰ر نومبر ۱۹۶۷ء | شمارہ ۲۷

اسرائیل اور اقوام متحدہ

دنیا جانتی ہے کہ آج سے پانچ ماہ پہلے یہودیوں نے امریکہ اور برطانیہ کی درپردہ شہ اور عطا کردہ فوجی قوت کے زور سے بیس ہزار مربع میل علاقے پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس جنگ میں مصر، اردن اور شام کا تقریباً دو ارب روپے سے زیادہ مالیت کا اسلحہ برباد ہو گیا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق پچیس ہزار عرب سپاہی کام آئے لیکن اقوام متحدہ نے اس وحشت و بربریت کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا اور اپنے ہی مرتّب کردہ منشور کی عزّت کا کوئی خیال نہیں کیا جس میں صاف لکھا ہے کہ چھوٹے بڑے تمام ملکوں کی بین الاقوامی سرحدوں میں کسی قسم کی تبدیلی برداشت نہیں کی جائے گی۔

جنگ بندی کے بعد اقوام متحدہ کا فرض یہ تھا کہ عربوں کے علاقے کو یہودیوں سے خالی کرایا جاتا اور یہودیوں کو حملہ آور اور جارح قرار دینے کے بعد نہ صرف ان کی مذمّت کی جاتی، بلکہ عربوں کو تاوانِ جنگ بھی ادا کیا جاتا۔ لیکن اس کے خلاف اقوام متحدہ نے یہودیوں کو حملہ آور کہنے کی بھی جرأت نہیں کی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ گذشتہ پانچ ماہ سے جنگ بندی لائن کی مسلسل خلاف ورزی ہو رہی ہے اور اسرائیل کی چیرہ دستیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ چنانچہ سویز کے علاقے میں مصری تیل صاف کرنے کے کارخانوں پر وحشیانہ بمباری اس کا تازہ ثبوت ہے جس سے شاید کوئی فاتر العقل اور اندھا ہی انکار کی جرأت کر سکے۔

اس پر بھی اقوام متحدہ یا حفاظتی کونسل یہودیوں کے سامنے دم بخود بلکہ اُن کی ناز برداریوں میں مصروف ہے۔ بہت سے امن پسند ملکوں کی انتھک کوششوں کے باوجود اگر کوئی قرارداد منظور ہوئی بھی تو صرف یہ کہ عالمی امن کا اجارہ دار ادارہ جنگ بندی کی خلاف ورزیوں کی مذمّت کرتا ہے۔ یہ خلاف ورزی کس نے کی؟ کس کا کتنا نقصان ہوا، اور اس کی تلافی کیسے کی جائے؟ اقوام متحدہ کو اس سے کوئی غرض نہیں۔

در اصل یہ عالمی ادارہ بڑی طاقتوں کی کش مکش کا تختۂ مشق بن کر رہ گیا ہے۔ اس کی طویل تاریخ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس نے اگر کبھی موثر کارروائی کی ہے تو صرف اس وقت جب روس اور امریکہ کے مفاد پر حرف آتا ہو یا دونوں کا نقصان ہو تو یکساں اور نفع ہو تو برابر۔ ورنہ مشرقِ وسطیٰ کے بُحران کی انہیں پروا نہیں۔ ایشیا کا امن برباد ہوتا ہے تو ہو جائے ان کی کوششیں صرف اس بات تک محدود ہیں کہ چھوٹی قومیں ان کے رحم و کرم پر پڑی رہیں۔ اور ان کے علاقوں میں سامراجیوں کی لُوٹ کھسوٹ بلا روک ٹوک جاری رہے۔

لیکن یہ صورتِ حال زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ دنیا کے دیگر تمام ملک سامراجیوں کے عزائم کو بھانپ چکے ہیں جو موجودہ جمہوری اور ترقی یافتہ دور میں ریت کی دیوار سے زیادہ دیرپا نہیں۔ آج عربوں کے خلاف یہ بڑی طاقتیں فریب کارانہ اور عیّارانہ طرزِ عمل اختیار کر کے اسرائیل کو تھپکی دے رہی ہیں کل کو ان کے اقبال کا سورج بھی گہنا سکتا ہے۔ اور حالات بتا رہے ہیں کہ جلد گہنائے گا۔ تو کیا یہ طاقتیں اس منطق کو گوارا کر لیں گی کہ انہی کا طرزِ عمل انہی کے ساتھ برتا جائے؟ اگر امن و تہذیب کا ضابطہ اس طرزِ عمل کی تائید نہیں کرتا تو اقوام متحدہ کو فوراً اسے بدلنا چاہئے۔ اور تاخیر کے بغیر عربوں سے پورا پورا انصاف کر کے امن و شائستگی کی فضا قائم کر دینی چاہئے۔ ورنہ وہ وقت دُور نہیں کہ یہ ادارہ اپنی موت مر جائے گا۔

ہمارے طلبا کی معلومات

آج سے دو چار سال پیشتر کی بات ہے کہ کسی کالج کے پروفیسر صاحب نے اپنے ایک مضمون میں بی، اے کا امتحان دینے والے طلباء کی "معلوماتِ عامہ" کی چند نادر مثالیں عوام کی دلچسپی اور اربابِ تعلیم کی آگاہی کے لئے پیش کی تھیں۔ مثلاً ایک صاحبزادے نے نہر سویز پر نوٹ لکھتے ہوئے انکشاف فرمایا تھا کہ یہ مشرقی اور مغربی پاکستان کو ملاتی ہے علیٰ ہذا القیاس۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اُس مضمون کا ردِّ عمل کیا ہوا۔ البتہ پچھلے ماہ معلوماتِ عامہ کے جو شگوفے چھوڑے گئے ہیں انہوں نے تمام سابقہ ریکارڈ مات کر دئے ہیں۔ ایک معاصر نے یہ خبر شائع کی تھی۔ کہ لاء کالج لاہور میں اس سال جو گریجوایٹ ایف، ای، ایل کے داخلہ کے امتحان میں بیٹھے۔ ان میں سے ایک صاحب "معلوماتِ عامہ" کی داد دیتے ہوئے اسلامی تاریخ میں تحریف کرنے سے بھی نہیں ہچکچائے۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سیالکوٹ میں ہوئی تھی۔ پرچے میں دس آسان سے سوال تھے۔ ان میں سے کئی امیدواروں نے متذکرہ بالا جواب سے کم یاس انگیز جواب نہیں لکھے۔ مثلاً دو گریجوایٹوں نے لکھا کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر اور حضرت قائداعظم دونوں لاہور میں مدفون ہیں۔ ایک امیدوار نے لکھا

(باقی صہ۴ پر)

مجلسِ ذکر

۲۱ ر رجب المرجب ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۶ ر اکتوبر ۱۹۶۷ء

دُنیا آخرت کی کھیتی ہے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

(مرتبہ: خالد سلیم)

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علےٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ : امّا بعد :—
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم : بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :—

کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ

ترجمہ۔ ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو پورے بدلے ملیں گے قیامت کے دن (پ ۴ رکوع ۱۰)

یعنی موت کا مزہ ہر ایک کو چکھنا ہے۔ اس کے بعد قیامت کے دن ہر چھوٹے بچے اور مصدق و مکذب کو اپنے اپنے کئے کا پورا بدلہ مل کر رہے گا۔ دنیا کی عارضی بہار اور ظاہری ٹیپ ٹاپ بہت دھوکہ میں ڈالنے والی چیز ہے۔ جس پر فریفتہ ہو کر اکثر بے وقوف آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں حالانکہ انسان کی اصل کامیابی یہ ہے کہ اس دنیا میں رہ کر انجام کو سوچے اور وہ کام کرے جو عذاب الٰہی سے بچانے والا اور جنّت تک پہنچانے والا ہو۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اس چند روزہ دنیا کی زندگانی میں آنا اتنا یقینی نہیں ہے جتنا جانا یقینی ہے۔ دن رات ہم دیکھتے ہیں کہ جو دنیا میں آ رہا ہے وہ اگلے جہان جا رہا ہے۔ جو کل بڑے بڑے فرعون اور مغرور بنے بیٹھے تھے وہ آج منوں مٹی تلے دبے ہوئے ہیں۔ اسی طرح جو آج زندگی سے لطف حاصل کر رہے ہیں وہ کل نہیں ہوں گے۔ اس لئے ہمیں ہر وقت موت کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

حدیث میں ہے کہ دنیا مومن کے لئے قیدخانہ اور کافر کے لئے جنّت ہے۔ یعنی جب کوئی قیدخانہ سے رہا ہوتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح مومن موت سے ہرگز ہرگز گھبراتا نہیں بلکہ وہ اللہ تعالےٰ کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے بے قرار رہتا ہے اور موت کو خوشی سے قبول کرتا ہے۔ کافر و مشرک اور بدکار لوگ ہی موت سے گھبراتے ہیں۔

بچّہ دنیا میں روتا ہوا آتا ہے لیکن اس کے گھر والے اور رشتہ دار سب خوش ہوتے ہیں۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اب انسان کو ایسی زندگی گذارنی چاہئے کہ دنیا سے جاتے وقت وہ خوش ہو۔ موت کو ہنسی خوشی قبول کرے اور اس کے گھر والے اور رشتے دار روتے ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو کھرا، سچّا اور کامل مسلمان بنائے۔ آمین!

محترم حضرات! آپ اللہ تعالےٰ کے انعامات کا ہمیشہ شکر ادا کرتے رہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو صحت و تندرستی جیسی دولت عطا فرمائی ہے۔ مزید احسان یہ فرمایا ہے کہ ایمان کی دولت کے ساتھ ساتھ اپنی یاد کی بھی توفیق عطا فرمائی ہے۔ آپ جتنا زیادہ اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کریں گے۔ اللہ تعالےٰ اتنے ہی زیادہ آپ پہ انعام و اکرام فرمائے گا — فی زمانہ ہزاروں کافر و مشرک ہیں۔ ہزاروں مسلمان شرک و بدعات میں مبتلا ہیں۔ اور ہزاروں بے عمل اور جاہل مطلق ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ ہم کو ان جیسا نہیں بنایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں بوئے گا وہی آخرت میں کاٹے گا۔ جو گندم بوتا ہے وہ گندم ہی کاٹتا ہے، جو چاول بوتا ہے وہ چاول ہی کاٹتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ آلو بو کر کوئی آم کاٹے۔ اور چنے کے بیج سے گندم حاصل کرے۔ اسی طرح بداعمال اور اللہ کی نافرمانی کر کے ہم ہرگز ہرگز

بقیہ: شذرہ

کہ حضرت قائداعظم اور سکندر مرزا پاکستان کے وزرائے اعظم تھے۔ ایک اور "فاضل گریجوایٹ" نے انکشاف کیا کہ حزبِ اختلاف کے مشہور لیڈر سردار شوکت حیات خاں اور مرکزی وزیر تجارت نوابزادہ عبدالغفور ہوتی بھی سابق وزرائے اعظم ہیں اور ابھی جیتے جاگتے ہیں۔

یہ تھا شعبہ قانون کے امیدواروں کا حال اب پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ صحافت میں داخلہ کے خواہاں نوجوان گریجوایٹوں کا معیارِ معلومات بھی دیکھ لیجئے۔ اس سلسلے میں جو خاص امتحان لیا گیا اس میں فرسٹ اور سیکنڈ ڈویژن میں بی، اے پاس اصحاب نے معلوماتِ عامہ کے "نادر اور دلچسپ نمونے پیش کئے مثلاً" انہوں نے انکشاف کیا:۔

لیوبا: امریکہ کا ایک مشہور سیاستدان ہے۔
بلجیم: روم کا دارالسلطنت ہے۔
خرطوم: انگلستان کی ایک دل کش بندرگاہ ہے۔

ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ فرسٹ اور سیکنڈ کلاس گریجوایٹوں میں سے کتنے ایسی بیش بہا معلومات رکھنے والے امیدوار شعبۂ صحافت میں داخل کر لئے گئے۔ البتہ لاء کالج کے بارے میں ہمارے ایک دوست نے پرنسپل کے حوالے سے بیان کیا کہ ایف ای ایل کے داخلہ کے امتحان میں تھرڈ کلاس گریجوایٹوں نے سیکنڈ کلاس گریجوایٹوں کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ قابلیت دکھائی اور ان کے جواب مقابلۃً کافی صحیح تھے۔

ہمارے ملک کے گریجوایٹوں کا یہ معیارِ معلومات محکمۂ تعلیم کے اربابِ بست و کشاد کے لئے لمحۂ فکریہ مہیّا کرتا ہے نیز طلباء کے والدین کے لئے مقامِ غور ہے۔

۲۹ر رجب المرجب ۱۳۸۷ھ بمطابق ۳ر نومبر ۱۹۶۷ء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج ایسا شرف و امتیاز ہے جو کسی دوسرے نبی کو عطا نہیں ہوا!

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امابعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۰
(پ ۱۵ س بنی اسرائیل آیت ۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔ جس کے گرد و پیش کو ہم نے بابرکت بنا رکھا ہے۔ تاکہ ہم اس کو اپنی قدرت کے نشانات دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

یہ آیت سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ہے۔ اور اللہ رب العزت نے اس عظیم الشان سورت کا افتتاح لفظ 'سبحان' سے فرمایا ہے۔ کیونکہ اس میں بعض واقعات ایسے بیان کئے گئے ہیں جو معمولی طریقے سے نہیں ہو سکتے۔ منجملہ ان واقعات کے 'اسراء' بھی ہے اور اس کے معنی ہیں رات کے کسی حصہ میں سفر کرنا۔ قاعدہ کی رُو سے اس کے بعد جب 'ب' آ جاتا ہے تو یہ متعدی ہو جاتا ہے اور اس کے معنی رات میں کسی کو لے جانے کے ہوتے ہیں۔ 'سبحان' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ شریکوں سے اور ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے اور اپنے کام کرنے کے طریقے میں سب سے نرالا ہے۔

شیخ الاسلام پاکستان مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ میں 'سبحان' کی شرح یہ تحریر فرمائی ہے کہ اللہ عزّ و جلّ کی ذات نقص و قصور اور ہر قسم کے ضعف و عجز سے پاک ہے۔ جو بات ہمارے خیال میں بے انتہا عجیب معلوم ہو اور ہماری ناقص عقلیں اُسے بے حد مستبعد سمجھیں خدا کی قدرت و مشیت کے سامنے وہ کچھ بھی مشکل نہیں — بس

خلاصۂ کلام

یہ ہوا کہ اللہ عزّ و جل اپنے مخصوص ترین، محبوب ترین اور مقرب ترین بندے (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو رات کے ایک خاص حصہ میں حرم مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا جو مکہ معظمہ سے بہت دور دراز کے فاصلہ پر ہے اور جس کے چاروں طرف حق تعالےٰ سبحانہٗ نے انواع و اقسام کی فراوانی اور برکت پھیلا رکھی ہے۔ لیکن اُس کے لے جانے کا طریقہ سب سے نرالا تھا کیونکہ وہ خالق و مالک ہے ہمنا اپنے طریقے آپ ہی مقرر کرتا ہے اور کسی کی نقل نہیں کرتا اس لئے کہ وہ خود ہر عیب اور نقص اور شریکوں سے پاک ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مقدس سفر اور اس سے آگے معراج جس کا تذکرہ سورۂ نجم اور احادیث میں موجود ہے کی

غرض کیا تھی

تو ارشاد فرمایا "لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا" یعنی خود اس سفر میں یا بیت المقدس سے آگے کہیں اور لے جا کر اپنی قدرت کے عظیم الشان نشان اور حکیمانہ انتظامات کے عجیب و غریب نمونے دکھلانے منظور تھے۔ اور یہ سب کچھ جان بوجھ کر ارادۂ الٰہی کے مطابق ہوا۔ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ ہم نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خود حفاظت کی اور اسے معراج کی عزت سے مشرف کیا۔ اب اس عظیم النظیر واقعہ پر معترضین کے تمام اعتراضات ہم پر اور ہماری قدرت کاملہ پر ہوں گے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نہیں ہوں گے اور ہم ہی سننے والے اور دیکھنے والے اور مہلت دینے والے ہیں۔

نشانہائے قدرت دکھانے کی حکمت

شاہانِ زمانہ یا سربراہانِ مملکت اپنے مقبوضہ خطوں یا مختلف صوبوں میں جب کسی کو گورنر یا حاکم اعلیٰ

دعا کی درخواست: جناب قاری محمد افضل صاحب راولپنڈی والوں کا اپریشن ہوا ہے۔ قارئین کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ (قاری غلام فرید)

مقرر کرتے ہیں تو ان میں سے بعض خاص معتمدین کو ملک کے اندرونی نظم و نسق اور اصولِ جہانداری سے بھی مطلع کرتے ہیں —— یہی حال شہنشاہِ ارض و سما کی سلطنت و جہانبانی کا ہے۔ مالک الملک بھی بسا اوقات اپنے خاص پیامبروں کو اپنی حکمرانی کے اندرونی نظام کا مشاہدہ کراتے رہے ہیں۔ اور ان پر فطرت کے راز اور کائنات کے وہ اسرار ظاہر فرماتے رہے ہیں جو دوسروں پر ظاہر نہیں کئے جاتے۔ چنانچہ جدِّ انبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ملکوت السمٰوٰت والارض یعنی کائنات کے مخفی نظام اور اندرونی نسق کا مشاہدہ کرایا گیا اور اس بات کا بھی تجربہ کرا دیا گیا کہ خالق کردگار اور قادرِ مطلق کس طرح مُردوں کو زندگی بخشتا ہے —— حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پہاڑ پر جلوۂ ربانی سے سرافراز کئے گئے اور انہیں اس غرض سے اپنے ایک مقبول بندے (حضرت خضر علیہ السلام) کی رفاقت میں پھرایا گیا کہ وہ ربِّ قدیر کی مشیّت کے ماتحت دنیاوی نظم و نسق کا عملی تجربہ کریں۔ اسی طرح خدائے قادر و توانا اور سمیع و بصیر نے دنیا کے آخری نجات دہندہ اور اپنے مقبول ترین بندہ امام الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو عالمِ برزخ کا مشاہدہ کرانے کے بعد عالم ملکوت کی سیر و سیاحت کا شرف و امتیاز بخشا، اپنے نشانہائے قدرت دکھلائے، اور آسمانوں پر بلا کر عالم آخرت کے اسرار و خفایا سے مطلع فرمایا۔

نشان ہائے قدرت کو آنکھوں سے دیکھنے کی ضرورت

حضور سرورِ کون و مکاں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خاتم الانبیاء اور متمّمِ دین ہیں۔ آپؐ ہر ملک اور ہر قوم اور ساری کائنات کے لئے تا انقراضِ عالم بشیر و نذیر بنا کر بھیجے گئے تھے لیکن اتمامِ نعمت اور تکمیلِ دین سے پیشتر یہ ضروری تھا کہ دعوت و تبلیغ اور ترغیب و ترہیب کا کام بھی منتہائے کمال و عروج کو پہنچ جائے۔ اس لئے لازم ہوا کہ آپؐ ملاءِ اعلیٰ کے نشانہائے قدرت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لوگوں کے سامنے اپنے عینی مشاہدے پیش کریں اور حجّتِ الٰہی ہمیشہ کے لئے ختم کر دی جائے۔ عالمِ بالا اور اسرارِ آخرت بچشم خود دیکھنے کے بعد تحریص و تخویف کا فرض جس خوبی سے انجام پا سکتا تھا اس کے بغیر مشکل تھا۔ اس لئے آپؐ کو چند مرتبہ کی روحانی دید کے بعد عالم ملکوت کے عجائبات حالتِ بیداری میں ظاہری آنکھوں سے بھی دکھا دئے گئے۔

حاصل

یہ نکلا کہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نشان ہائے قدرت بچشم خود دکھانے کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ دعوت و تبلیغ اور ترغیب و ترہیب کا کام بھی منتہائے کمال و عروج کو پہنچ جائے اور بعد ازاں اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے کسی نبی کی ضرورت باقی نہ رہے —— گویا واقعۂ معراج جیسے خود متمّم بالشان ہے اسی طرح یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت پر بھی مہرِ تصدیق ہے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ شرف و امتیاز ہے جو کسی دوسرے نبی کو اللہ تعالےٰ نے عطا نہیں کیا۔

مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے جانے کی حکمت

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پاک مقام سے پاک مقام کی طرف پاک دینی سفر کیا۔ سرزمین بیت المقدس اور اس کے گرد و پیش کتنے ہی انبیاء و رُسل مدفون ہیں اور یہ خطۂ پاک ان کے فیوض و برکات کا سرچشمہ رہا ہے اس لئے بتانا یہ مقصود ہے کہ جو کمالات انبیائے بنی اسرائیل پر تقسیم ہوئے تھے آپؐ کی ذاتِ مقدس میں وہ سب جمع کر دئے گئے ہیں۔ اور جو نعمتیں بنی اسرائیل پر مبذول ہوتی تھیں ان پر اب بنی اسمٰعیل کو قبضہ دلایا جانے والا ہے —— کعبہ اور بیت المقدس دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی امّت ہونے والی ہے —— پھر احادیثِ معراج میں تصریح ہے کہ سارے کے سارے انبیاء علیہم السلام نے آپؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سیادت و امامت انبیاءؑ کا منصب دیا گیا تھا اس کا حسّی نمونہ آپؐ کو اور مقربینِ بارگاہ کو دکھلایا گیا۔

غرض معراج کے تمام واقعات حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و شرف پر دال ہیں اور آپؐ کو سارے نبیوں اور ساری کائنات میں ممتاز کرتے ہیں۔ امیر مینائی مرحوم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ٹھیک فرمایا ہے:۔

صفحۂ دہر میں صورت گر قدرت نے امیر
اُن کی تصویر وہ کھینچی کہ قلم توڑ دیا

بقیہ: مجلس ذکر

جنّت میں نہیں جا سکیں گے۔ اگر نیک اعمال کریں گے، اللہ تعالےٰ کی دن رات یاد کریں گے، اس کے احکامات کے مطابق زندگی گذاریں گے، تب ہی ہم جنّت کے حقدار بن سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو کثرت سے ذکر اللہ اور نیک کاموں میں بڑھنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جو لوگ اس زندگی میں نیک اعمال کریں گے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا حاصل کریں گے وہ قیامت کے دن خوش ہوں گے، ان کے چہرے روشن ہوں گے اس کے برعکس بدکار اور گنہ گار لوگوں کے چہروں پر لعنت ہو گی، اندھیرا ہوگا اور وہ مٹی میں اَٹے ہوں گے۔ اور ان کی قبر بھی دوزخ کا گڑھا بنے گی۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کی قبروں کو جنّت کے باغوں میں سے باغ بنائے اور قیامت کے دن خوش و خرم اٹھائے۔ اور ابدی انعامات سے سرفراز فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ کی توحید کے چند دلائل

مرتب: مولانا عبدالحمید سواتی مہتمم مدرسہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ

وَ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ؛
(بقرہ رکوع ۱۹)

ترجمہ: اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے۔

اللہ سبحانہٗ و تعالےٰ نے اس آیت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ واحد اور یگانہ ہے کوئی اس کی نظیر و شبیہ نہیں۔ اور نہ کوئی چیز اس کی مثل ہے۔ اور کوئی چیز بھی اس کے ساتھ کسی شئے میں مساوی نہیں۔ اس لئے وہ ذات وحدہٗ لاشریک ہی اس بات کا استحقاق رکھتی ہے کہ اس کو وحدت کے ساتھ موصوف مانا جائے۔ اور اس کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جس کے لئے یہ صفت ثابت ہو۔ اسی طرح وہ ذات عبادت کے مستحق ہونے میں بھی یگانہ اور واحد ہے۔ اور الوہیت کی صفت میں بھی وہ واحد ہے۔ اس کا اس میں کوئی شریک و سہیم نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ اس طرح بھی واحد ہے کہ اُس کے اجزاء و ابعاض نہیں۔ تقسیم و تجزی بھی اس کی ذات کے ساتھ لائق نہیں کیونکہ جس کے ابعاض اور اجزاء ہوتے ہیں وہ تقسیم و تجزی کو بھی قبول کرتا ہے تو ایسی ہستی واحدِ حقیقی کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اور اسی طرح اللہ تعالےٰ وجود میں بھی واحد ہے۔ ازل سے وہ قدامت کے ساتھ منفرد ہے۔ اس کے وجود کے ساتھ کسی کا وجود نہیں تھا۔ سب چیزوں کا وجود اُسی کا عطا کردہ ہے۔ اس طرح اسی آیت نے وحدت کے تمام معانی بیان کر دئے۔ تو گویا توحید ذاتی اور توحید صفاتی کا کلی بیان اس آیتِ کریمہ میں آگیا۔ جیسا کہ اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالےٰ نے توحید افعالی کا مکمل ذکر فرمایا ہے:۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ — تا — لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ (بقرہ رکوع ۲۰)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں، اور رات اور دن کے آنے جانے میں، اور کشتیاں جو سمندر میں ایسی چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہیں، اور اللہ تعالےٰ نے جو آسمان کی طرف سے پانی اتارا ہے اور پھر اس کے ساتھ خشک زمین کو زندہ کر دیا اور زمین میں طرح طرح کے جانور پھیلا دئے اور ہواؤں کو گردش دینے میں اور بادل جو زمین اور آسمان کے درمیان اس نے مسخر کر دئے ہیں۔ ان سب میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل و دانش رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں اسبابِ معاش کو پوری طرح ضبط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام اسبابِ معاش اور ذرائع اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرتِ تامّہ کے ساتھ پیدا کئے ہیں کیونکہ وہ رحمٰن و رحیم ہے اور اس کی رحمت سے یہ سب چیزیں ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ پس ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ اسبابِ معاش کی خاطر اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرے۔ اور اُن اصولوں پر قائم رہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتلائے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ کا ذکر، شکر، صبر اور شعائراللہ کی تعظیم کرنا۔ اور جب اللہ تعالےٰ کی محبت ہوگی تو ذکر، شکر، صبر خود اس سے پیدا ہوں گے۔ اور لفظ اللہ اس محبت پر دلالت کرتا ہے۔ انسان سب سے پہلے جس چیز کی طرف محتاج ہوتا ہے وہ کھانا پینا ہے۔ اب انسان اکٹھے ہو کر اس سلسلہ میں بعض بعض کی اعانت کرتے ہیں۔ اور جس چیز پر اجتماعیت (سوسائٹی) کا نظام قائم ہوتا ہے وہ اکتسابِ معیشت ہے — اب اسبابِ معیشت اگر تجارت سے تعلق رکھتے ہیں تو ان کا بیان مذکورۃ الصدر آیت کے اس فقرہ میں کیا گیا ہے "وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ" اور کشتیاں سمندروں میں ایسی چیزیں لے کر چلتی ہیں جن لوگوں کا فائدہ ہے۔ اور پانی اتار کر زمین کو زندہ کرنے میں فلاحت و زراعت کی طرف اشارات موجود ہیں۔ اور ہر قسم کے جانوروں کو زمین پر پھیلانا۔ اس میں اشارہ ہے حیوانات کی پرورش اور ان سے فائدہ اٹھانے کی طرف بالخصوص اونٹ، گائے، بھیڑ، بکریاں، بیل وغیرہ اور ان کے علاوہ دیگر جانور جن کو شکار کر کے کام میں لایا جاتا ہے اور ہواؤں کو گردش دینے میں ان مصنوعی ہواؤں کی طرف بھی اشارہ ہے جن کو آلات کے واسطہ سے کام میں لایا جاتا ہے۔ جیسے مختلف قسم کی فیکٹریوں اور کارخانوں میں یا چکیاں وغیرہ گھمانے میں، کنوؤں سے پانی نکالنے کے لئے ہواؤں کو گردش دینا یہ تو قدیم زمانے سے انسانوں کا معمول رہا ہے اور اب جدید سائنس کے زمانہ میں تو اس میں بہت کچھ ترقیاں ہو چکی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ اور تسخیر اسحاب میں اشارہ ہے تسخیر بخار کی طرف اور سواریوں کو چلانے والے انجن اور بحری سٹیمر، ہوائی طیارے خواہ یہ ایٹم پانی سے ہو یا پٹرول وغیرہ سے یہ سب بخار و بھاپ کو مسخر کرنے کے نتائج ہیں۔ آسمانوں کی پیدائش میں موسموں کی تبدیلی اور فصول کے اختلاف اور ان سے استفادہ کی طرف اشارہ ہے۔ ممالک حارہ اور باردہ کے باشندے ان سے مختلف طریقوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ علوم ریاضیہ اور علوم الٰہیہ یہ سب انسان کے لئے اسباب وسائل معاش کا درجہ رکھتے ہیں۔ آسمان کا اطلاق فضا، کرات سماویہ عالم مثال ان سب پر ہوتا ہے۔ انسان جس طرح اپنی تکمیل میں اسباب ارضیہ کا محتاج ہے اسی طرح اسباب سماویہ کا

بھی محتاج ہے - تفسیر مدارک والے نے لکھا ہے کہ حضرت ادریس (اخنوخ) علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے رسول (نبی) ہیں جنہوں نے قلم کے ساتھ لکھنے کا طریق، لباس سینا اور علم النجوم (اسٹرانومی) اور حساب کا طریقہ رائج کیا، ماپ تول کے لئے اوزان مقرر کئے اور اسلحہ بنائے - امام ابوبکر جصاص حنفی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ سبحانہٗ کی توحید پر مختلف قسم کے دلائل کا بیان کیا گیا ہے - اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ خداوند کریم کا کوئی شبیہ اور نظیر نہیں اور اس آیت میں ایک طرح سے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم مختلف چیزوں سے اللہ تعالےٰ کی توحید پر استدلال کریں - چنانچہ اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان کہ - (لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝) کہ اللہ تعالےٰ نے ان اشیاء کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ ارباب عقل و دانش ان سے اللہ تعالےٰ کی معرفت اور اس کی توحید تک رسائی حاصل کر سکیں اور اس سے اشباہ و امثال کی نفی کریں - نیز اس آیت میں ان لوگوں کے خیال کی بھی تردید ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی معرفت صرف خبر سے حاصل ہو سکتی ہے - عقل کو اس کی معرفت تک کسی قسم کی رسائی نہیں ہو سکتی - یعقلون کے لفظ نے بتا دیا ہے کہ عقل رکھنے والوں کے لئے بھی اللہ تعالےٰ کی معرفت کے بہت کچھ سامان موجود ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش سے توحید پر استدلال ظاہر ہے - کہ زمین و آسمان کی تخلیق اور ان کو قائم رکھنا صرف اس قیوّم ہستی کا ہی کام ہے - جس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون و سہارے کے قائم رکھا ہوا ہے - اور زمین کو ہمارے پاؤں کے نیچے ٹھہرایا ہوا ہے - اور ہم یہ بات بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ زمین و آسمان کی انتہا بھی ہے - اس لئے کہ جو چیز کسی وقت موجود ہوتی ہے وہ کمی بیشی کا احتمال رکھتی ہے - اگر ساری مخلوق اکٹھی ہو کر کوشش کرے کہ بغیر کسی ظاہری سبب کے ایک پتھر کو فضا میں کھڑا کر دے تو یہ ناممکن ہے - اس سے معلوم ہوا کہ آسمان و زمین کو بھی کسی زبردست قیوّم ہستی نے بغیر کسی قرارگاہ کے قائم رکھا ہوا ہے اور وہ ہستی باری تعالےٰ کی ذات ہی ہو سکتی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ہستی اجسام کے ساتھ بھی مشابہت نہیں رکھتی - کیونکہ اجسام تو اس قسم کی کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے - اور وہ ہستی ہر طرح قدرت رکھتی ہے اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی - وہ قادر ہے اور اس نے اجسام کو ایجاد و اختراع کیا ہے - کیونکہ اجسام کا ایجاد و اختراع تو اس قدر حیرت انگیز نہیں جتنا زمین و آسمان کو - باوجود کلانی و کثافت کے بغیر سہارے کے قائم رکھنا - اس کے علاوہ اجسام پر متضاد اعراض پیش ہوتے رہتے ہیں - اور ان سے اجسام کسی طرح خالی نہیں ہوتے - اور یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ یہ اعراض تو نئے ہی ہیں پہلے نہیں تھے - بعد میں اجسام کو لاحق ہوتے رہتے ہیں - اور ظاہر ہے کہ ان اعراض کا الحاق و اظہار کسی پیدا کرنے والے کا ہی کرشمہ ہے تو اجسام بھی حادث ہوتے اور جو چیز حادث اور نوپید ہوتی ہے وہ کسی پیدا کرنے والے کا تقاضا کرتی ہے جیسا عمارت کسی بنانے والے پر اور کتابت کاتب پر اور اور ہر قسم کی تاثیر اپنے موثر پر دلالت کرتی ہے - اس سے ثابت ہوا کہ زمین اور آسمان اور اس کے درمیان جتنی بھی چیزیں ہیں - آسمانی کرّے، ستارے، سیّارے اور تمام زمینی اور آسمانی مخلوق یہ سب اللہ تعالےٰ کی توحید اور اس کی قدرت تامّہ اور حکمت بالغہ پر دلالت کرتی ہیں -

دن رات کے اختلاف سے توحید پر استدلال

ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بعد آنے والا اور حادث ہے اور ہر حادث پیدا کرنے والے اور ہر ظاہر اپنے مظہر کو چاہتا ہے اور جو ان کو پیدا کرنے والا ہے وہ ان لیل و نہار سے مشابہت نہیں رکھتا کیونکہ ہر فاعل اپنے فعل سے مشابہت نہیں رکھتا - جیسا کہ معمار عمارت سے، کاتب کتابت سے مشابہت نہیں رکھتا - ایک دوسرے طریقہ سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے - وہ اس طرح کہ اگر ذاتِ خداوندی ان میں سے کسی چیز کے ساتھ مشابہ ہو تو پھر اس پر بھی وہی احکام جاری ہونگے جو ان حادث چیزوں پر جاری ہوتے ہیں تو وہ ذات ان حادث چیزوں سے اولیٰ اور بہتر کس طرح ہو سکتی ہے - اور جب یہ بات صحیح طریق پر ثابت ہو گئی کہ اجسام اور لیل و نہار کو پیدا کرنے والی ہستی قدیم ہے تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس کے مشابہ بھی کوئی چیز نہیں - اور اس بات کا ثبوت بھی بیّن ہے کہ ان تمام اشیاء کا موجد وہ صانع قادر بھی ہے کیونکہ ایجاد و اختراع کے فعل کا صدور تو قادر سے ہی ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ زندہ (حیّ) ہے کیونکہ قدرت کی طرح صدورِ فعل کے لئے حیاۃ کا ہونا بھی لازمی ہے - اور اس کے ساتھ اس کے عالم ہونے پر بھی دلالت واضح ہے کیونکہ محکم اور پائیدار اور منتظم فعل بجز عالم کے جو ان کی ایجاد سے پہلے ہی ان کو جانتا ہو ناممکن ہے - اور جب رات و دن کا اختلاف ایک ہی نہج پر جاری رہتا ہے ہر مقام پر جس قدر رات دن میں کمی بیشی ہوتی ہے اس کے خلاف نہیں - یہ محکم اور منتظم فعل اس کے عالم اور قادر ہونے کا بیّن ثبوت ہے -

کشتیوں کے چلنے سے اللہ تعالےٰ کی توحید پر استدلال

اس طرح ہے کہ اجسام سب اکٹھے ہو کر بھی ایسے سیال رقیق جسم (پانی) کو جو کشتیوں کو اپنی پشت پر تھامے رکھے - پیدا کرنے سے عاجز ہیں - پھر ایسی ہوائیں چلانا جو کشتیوں کے چلنے میں امداد دیتی ہیں - کسی کی طاقت میں نہیں - اگر ہوائیں رک جائیں تو ان بادبانی کشتیوں کو کون چلا سکتا ہے - اسی بات کو بطور احسان کے اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کی دوسری آیت میں بیان فرمایا ہے - اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاکِدَ عَلٰی

(باقی صـ۱۴ پر)

محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی

حضرت نُوح علیہ السلام

حضرت نوحؑ (علیہ السلام) پہلے رسول ہیں

حضرت آدم (علیہ السلام) کے بعد یہ پہلے نبی ہیں جن کو رسالت (جس انسان پر خدا کی "وحی" نازل ہوتی ہے وہ "نبی" ہے اور جس کو جدید شریعت بھی عطا کی گئی ہو وہ "رسول" ہے) سے نوازا گیا۔ صحیح مسلم بابِ شفاعت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے اُس میں یہ تصریح ہے:-

یا نوح انت اوّل الرسل الی الارض۔

اے نوح! تو زمین پر سب سے پہلا رسول بنایا گیا۔

نسب نامہ

علم الانساب کے ماہرین نے حضرت نوحؑ کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے:-

نوح بن لامک بن متوشالح بن اخنوخ یا خنوخ ابن یارُد بن مہلئیل بن قینان ابن انوش بن شیث (علیہ السلام) ابن آدم (علیہ السلام)

اگرچہ مؤرخین اور تورات (سفر تکوین) نے اسی کو صحیح مانا ہے لیکن ہم کو اس کی صحت میں شک اور تردد ہے۔ بلکہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم (علیہ السلام) اور حضرت نوح (علیہ السلام) کے درمیان ان بیان کردہ سلسلوں سے زیادہ سلسلے ہیں۔ تورات میں خلقِ آدم (علیہ السلام) اور ولادتِ حضرت نوح (علیہ السلام) نیز وفاتِ آدمؑ اور ولادتِ نوحؑ کی درمیانی مدت کا جو تذکرہ ہے ہم اُس کو بھی نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں البتہ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ تورات کے عبرانی، سامی اور یونانی زبان کے نسخوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے اور اس مبحث پر علامہ شیخ رحمۃ اللہ ہندی (کیرانہ ضلع مظفر نگر) کی مشہور کتاب "اظہارِ حق" قابلِ مطالعہ ہے۔

بہرحال توراۃ سے منقول نقشہ حسبِ ذیل ہے:-

سال	عمر بوقت پیدائش	ابن
۱۳۰	عمر آدم بوقت ولادت	شیث
۱۰۵	〃 شیث 〃	انوش
۹۰	〃 انوش 〃	قینان
۷۰	〃 قینان 〃	مہلئیل
۶۵	〃 مہلئیل 〃	یارد
۱۶۲	〃 یارد 〃	اخنوخ
۶۵	〃 اخنوخ 〃	متوشالح
۱۸۷	〃 متوشالح 〃	لامک
۱۸۲	〃 لامک 〃	نوح
۱۰۵۶	مدت درمیان خلقِ آدمؑ و ولادت نوحؑ	
۹۳۰	مجموعی عمر آدم علیہ السلام	
۱۰۲۶	مابین وفاتِ آدمؑ و ولادت نوحؑ	

قرآن عزیز میں حضرت نوحؑ کا تذکرہ

قرآنِ عزیز کے معجز نما نظمِ کلام کی یہ سنّت ہے کہ وہ تاریخی واقعات میں سے جب کسی واقعہ کو بیان کرتا ہے تو اپنے اصل مقصد "وعظ و تذکیر" کے پیشِ نظر واقعہ کی اُسی قدر جزئیات کو نقل کرتا ہے جو مقصد کے لئے ضروری ہیں اور اجمال و تفصیل اور تکرار و عدم تکرارِ واقعہ میں بھی صرف ایک ہی مقصد اس کے سامنے ہوتا ہے اور وہ یہی موعظت و عبرت کا مقصد ہے چنانچہ اسی اسلوبِ بیان کے مطابق قرآنِ عزیز نے حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کا اجمالی و تفصیلی ذکر تینتالیس جگہ کیا ہے۔

لیکن اس واقعہ کی اہم تفصیلات صرف سورۂ اعراف، ہود، مومنون، شعرا، قمر اور سورۂ نوح ہی میں بیان ہوئی ہیں۔ ان سے حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کے متعلق جس قسم کی تاریخ بنتی ہے وہی ہمارا موضوعِ بیان ہے۔

قومِ نوحؑ

حضرتِ نوحؑ کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے یکسر ناآشنا ہو چکی تھی اور حقیقی خدا کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی غیر اللہ کی پرستش اور اصنام پرستی ان کا شعار تھا۔

دعوت و تبلیغ اور قوم کی نافرمانی

آخر سنت اللہ کے مطابق اُن کے رشد و ہدایت کے لئے بھی اُن ہی میں سے ایک ہادی اور خدا کے سچے رسول نوح (علیہ السلام) کو مبعوث کیا گیا۔

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو راہِ حق کی طرف پکارا اور سچے مذہب کی دعوت دی، لیکن قوم نے نہ مانا اور نفرت و حقارت کے ساتھ انکار پر اصرار کیا۔ امراء و رؤساءِ قوم نے ان کی تکذیب و تحقیر کا کوئی پہلو نہ چھوڑا اور ان کے پیروؤں نے ان ہی کی تقلید و پیروی کے ثبوت میں ہر قسم کی تذلیل و توہین کے طریقوں کو حضرتِ نوحؑ پر آزمایا۔ انہوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ جس قوم کو نہ ہم پر دولت و ثروت میں برتری حاصل ہے اور نہ وہ انسانیت کے رتبہ سے بلند "فرشتہ ہیکل" ہے اس کو کیا حق ہے کہ وہ ہمارا پیشوا بنے اور ہم اس کے احکام کی تعمیل کریں؟

وہ غریب اور کمزور افرادِ قوم کو جب حضرت نوح علیہ السلام کا تابع اور پیرو دیکھتے تو مغرورانہ انداز میں حقارت سے کہتے "ہم ان کی طرح نہیں ہیں کہ تیرے تابع فرمان بن جائیں اور تجھ کو اپنا مقتداء مان لیں۔" وہ سمجھتے تھے کہ یہ کمزور اور پست لوگ نوح (علیہ السلام) کے اندھے مقلد ہیں نہ یہ ذی رائے ہیں کہ ہماری طرح اپنی جانچی پرکھی رائے سے کام لیتے اور نہ ذی شعور ہیں کہ حقیقتِ حال کو سمجھ لیتے۔ اور اگر وہ حضرتِ نوحؑ کی بات کی طرف کبھی توجہ بھی دیتے تو ان سے اصرار کرتے کہ پہلے ان پست اور غریب افرادِ قوم کو اپنے پاس سے نکال دے، تب ہم تیری بات سنیں گے کیونکہ ہم کو ان سے گھن آتی ہے اور ہم اور یہ ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتے۔"

(باقی آئندہ)

امّ المؤمنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ

(مولانا عاشق الٰہی)

۶

خوراک کی کمی کے ساتھ دوسرا خانگی سامان بھی بہت کم تھا۔ گھر میں چراغ تک نہیں جلتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر بغیر چراغ روشن کئے اور بغیر چولھے میں آگ جلائے کئی کئی ماہ گزر جاتے تھے۔ اگر زیتون کا تیل مل جاتا جس سے چراغ روشن کئے جاتے تھے۔ تو اس کو روشن کرنے کے بجائے بدن پر اور سر پر مل لیتے تھے۔ کیونکہ تھوڑا سا ہوتا تھا۔ اور چربی مل جاتی تھی تو اس کو کھانے میں لے آتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تہجد کی نماز کے وقت سو جاتی تھی اور میرے پاؤں آپ کے سامنے سجدہ کی جگہ پھیل جاتے تھے۔ لہٰذا جب آپؐ سجدہ میں جاتے تو میرا پاؤں ٹھوک دیتے تھے میں پاؤں سکیڑ لیتی تھی۔ اور جب آپؐ سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ تو میں پاؤں پھیلا دیتی تھی۔ اس کو بیان کر کے فرمایا کہ اس زمانے میں گھروں میں چراغ نہ تھے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بستر بھی عمدہ اور نرم نہیں رکھتے تھے۔ آپ کی وجہ سے ازواج مطہراتؓ بھی اسی طرح گزارا کرتی تھیں۔ بھلا ان کو یہ کیسے گوارا ہوتا کہ خود آرام اٹھالیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف میں دیکھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے۔ وہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور جس تکیہ پر سہارا لگا کر بیٹھتے تھے وہ بھی اسی طرح کا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھر میں کپڑے بھی زیادہ نہ تھے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ آپؐ کا کپڑا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پاک کیا تو آپؐ اسی کو پہنے ہوئے مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے اور دھونے کی تری اس میں موجود رہی۔

ایک صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اس وقت ان کی باندی بھی وہیں موجود تھی۔ جو پانچ درہم (رقم) کا کرتا پہنے ہوئے تھی۔ اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ذرا میری اس باندی کو دیکھو وہ اپنے کو بالا تر ظاہر کرتی ہے کہ گھر کے اندر اس کرتے کو پہنے اور ہمارا پہلا زمانہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں یہ تھا۔ کہ اس قسم کے کرتوں میں کا ایک کرتا میرے پاس تھا جو مدینہ میں ہر شادی کے وقت دلہن کی زینت کے لئے مجھ سے مانگا جاتا تھا

کلماتِ حکمت و موعظت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی صاحب حکمت و موعظت تھیں بڑے پتہ کی بات بتایا کرتی تھیں۔ بعض صحابہؓ بھی ان سے نصیحت کرنے کی فرمائش کیا کرتے تھے زیادہ کھانے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سب سے پہلی مصیبت امت میں یہ پیدا ہوئی کہ پیٹ بھر کر کھانے لگے جب پیٹ بھرتے ہیں تو بدن موٹے ہو جاتے ہیں اور نفسانی خواہشیں زور پکڑ لیتی ہیں۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ گناہوں کی کمی سے بہتر کوئی پونجی ایسی نہیں جسے لے کر تم اللہ سے ملاقات کرو (پھر فرمایا) کہ جسے یہ خواہش ہو کہ عبادت میں انہماک رکھنے والے سے بازی لے جاوے اسے چاہئے کہ اپنے کو گناہوں سے بچاوے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں خط لکھا جس میں اپنے لئے مختصر نصیحت کی فرمائش کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے جواب میں لکھا۔

سلام علیک اما بعد فانی سمعت رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من التمس رضی اللہ بسخط الناس کفاہ اللہ مؤنۃ الناس ومن التمس رضی الناس بسخط اللہ وکلہ اللہ الی الناس والسلام علیک

تم پر سلام ہو بعد سلام کے واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کا خیال نہ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی رضا کا طالب ہو۔ اللہ تعالےٰ لوگوں کی شرارتوں سے (بھی) اسے محفوظ فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالےٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی رکھنا چاہتا ہو اللہ تعالےٰ اس کی مدد نہیں فرماتے اور لوگوں کی شرارتوں سے اس کی حفاظت نہیں فرماتے بلکہ اسے لوگوں کے حوالے کر دیتے ہیں وہ اس کو جیسے چاہیں استعمال کریں اور جیسے چاہیں اس کا دلیہ بنائیں۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (غالباً ان کی درخواست پر) یہ تحریر فرمایا کہ جب بندہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کے کام کرتا ہے۔ تو اس کو اچھا کہنے والے بھی برا کہنے لگتے ہیں

دونوں خطوں کے مضمون پر غور کیجئے ایک امیر و فرمانروا کو کیسی انتخاب کر کے نصیحت فرمائی جس کی ان کو ضرورت تھی

سخاوت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی سخی تھیں اور ان کی بہن اسماء بنت ابی بکرؓ بھی سخاوت میں بڑا مرتبہ رکھتی تھیں حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے۔ (جو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے) کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ سے بڑھ کر کوئی عورت سخی نہیں دیکھی لیکن دونوں کی سخاوت میں ایک

(باقی ص ۱۴ پر)

مولانا حافظ نور الحسن خان پروفیسر تفسیر و حدیث پنجاب یونیورسٹی لاہور

مسائلِ ذبیحہ

۱۔ کسی حلال جانور کا گوشت کھانے کے لئے اس کا ذبح کرنا دو وجہ سے ضروری ہے۔ اول اس وجہ سے کہ قرآن حکیم میں ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (مرا ہوا جانور، خون، سؤر کا گوشت، وہ ذبیحہ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو، جو جانور گلا گھٹنے سے مر گیا ہو، جو چوٹ آنے سے مرا ہو، جو اوپر سے گر کر مرا ہو، اور جو کسی جانور کا سینگ لگنے سے مرا ہو یہ سب چیزیں تم پر حرام کر دی گئیں نیز وہ جانور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو ہاں اس سے وہ جانور مستثنیٰ ہے جسے مرنے سے پہلے تم ذبح کر لو کہ وہ حرام نہیں حلال ہے۔ (المائدہ : ۳) اس آیت میں حرام اشیاء کے بیان کرنے کے بعد إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ کے ساتھ مذبوح کا استثناء اس پر دلالت کرتا ہے کہ جانور کا گوشت کھانے کے لیے پہلے اس کا ذبح کرنا شرط ہے۔ دوم ذبح کرنے سے ناپاک خون بہہ جاتا ہے جس کی وجہ سے گوشت پاک اور حلال ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھانا جائز ہے اُن کے ذبح کرنے سے ان کا گوشت کھانا بھی حلال ہو جاتا ہے اور ان کی کھال اور بدن کے دوسرے اجزاء بھی پاک ہو جاتے ہیں اور جن جانوروں کا کھانا درست نہیں ان کے ذبح کرنے سے گو گوشت حرام ہی رہتا ہے لیکن کھال وغیرہ پاک ہو جاتی ہے اُسے استعمال میں لایا جا سکتا ہے سوائے انسان اور سؤر کے، کہ ان کے ذبح کرنے سے نہ تو گوشت حلال ہوتا ہے اور نہ ہی ان کی کھال اور دوسرے اجزاء کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ انسان اس لئے کہ وہ اشرف المخلوقات ہے اور اس کے اجزاء کے استعمال میں اس کی توہین ہے اور سؤر اس لئے کہ نجس العین ہے وہ کسی صورت پاک ہو سکتا ہی نہیں۔

۲۔ ذبح کی دو قسمیں ہیں۔ اختیاری اور اضطراری — اختیاری سے مراد یہ ہے کہ جانور کو قابو کرکے اُس کے گلے پر چھری پھیری جائے اور اضطراری کا مطلب یہ ہے کہ جانور قابو میں نہیں ہے اس لئے تکبیر پڑھ کر اس پر کتا چھوڑ دیا یا تیر چلا دیا اور اس سے شکار کے بدن کے کسی حصّے میں بھی زخم آ گیا اور شکاری کے پہنچنے سے پہلے ہی شکار نے دم توڑ دیا۔ تو یہ شکار بھی حلال ہے۔

۳۔ ذبح کرنے والے کے لئے کئی شرطیں ہیں جب تک وہ ان سب کو پورا نہیں کرے گا اس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال نہیں ہوگا۔ اوّل خدا کی وحدانیّت کا واقع میں قائل ہو جیسے مسلمان، یا واقع میں تو وحدانیت کا قائل نہ ہو لیکن دعوےٰ وحدانیت کے قائل ہونے کا رکھتا ہو جیسے اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) کہ واقع میں تو موحّد نہیں لیکن دعوےٰ توحید پرستی کا رکھتے ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ بھی اُسی وقت حلال ہوگا جب کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں اور اللہ کے ساتھ کسی اور کا نام نہ لیں۔ کیونکہ جب مسلمان بھی ذبح کے وقت عمداً اللہ کا نام نہ لے یا اللہ کے ساتھ کسی اور کا نام لے تو اس کا ذبیحہ حرام ہے تو اہل کتاب جنہیں یہ رعایت اسلام نے دی ہے ان کا ذبیحہ بغیر اللہ کا نام لئے کیسے حلال ہو سکتا ہے؟

قرآن حکیم میں ہے وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ (المائدہ آیت ۵) (اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے) ظاہر ہے کہ اس کھانے سے مراد عام کھانا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اہل کتاب کی کوئی تخصیص نہیں اہل کتاب کے علاوہ دوسرے مذاہب کے سب کھانے بھی ہمارے لئے حلال ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں طعام سے مراد خاص طعام یعنی ذبیحہ ہے کہ اسی میں مسلمانوں کو شبہ ہو سکتا ہے کہ آیا ان کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے یا حرام؟ تو قرآن حکیم نے وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ کہہ کر اس شبہ کا بھی ازالہ کر دیا لیکن اہل کتاب کا ذبیحہ بھی اُسی وقت حلال ہوگا جبکہ وہ اس پر اللہ کا نام لیں اور اللہ کے ساتھ اَور کسی کا نام نہ لیں — ذبح کرنے والے کے لئے مسلمان یا کتابی ہونے کے بعد دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس بات کو خوب جانتا سمجھتا ہو کہ جانور کے ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنے سے ہی جانور حلال ہوتا ہے — سوم اس بات کو بھی جانتا ہو کہ جانور کو ذبح اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ اس کا دمِ مسفوح یعنی بہنے والا خون بہہ جائے۔ چہارم جن رگوں کا ذبح کرتے وقت کاٹنا ضروری ہے ان کی سوجھ بوجھ اور ان کے کاٹنے پر قدرت رکھتا ہو۔ اگر کوئی شخص فرض کیجئے کہ مسلمان یا کتابی تو ہے لیکن باقی تین شرائط کو پورا نہیں کرتا تو بھی اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا کیونکہ ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنا وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ (الانعام آیت ۱۲۱) (جس ذبیحے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ) کی نصِ صریح سے ثابت ہے اور جب تک یہ سب شرائط نہ پائی جائیں اُس وقت تک نہیں کہا جا سکتا کہ اس ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا شرائط جب کسی میں پائی جائیں تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا خواہ ذبح کرنے والا بچّہ ہو خواہ عورت اور خواہ دیوانہ، یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ عورت کا ذبیحہ حلال نہیں اس بات کی کوئی حقیقت نہیں۔

۴۔ مجوسی، مرتد اور بُت پرست ان تینوں کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا بھی

حرام ہے، مجوسی کا اس لئے کہ حضور علیہ السلام کا ان کے بارے میں واضح ارشاد موجود ہے کہ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو اور ان کا ذبح کیا ہوا جانور نہ کھاؤ (اخرج عبدالرزاق عن الحسن بن محمد بن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی مجوسِ هَجَرٍ یعرض علیهم الاسلام فمن اسلم قُبل منه و من لم یُسلم ضُربت علیهم الجزیةً غیر ناکحی نسائهم ولا آکلی ذبائحهم) (نصب الرایة)

اور مرتد اور بت پرست کا ذبیحہ اس لئے حلال نہیں کہ وہ مُوَحِّد نہیں۔

۵۔ اگر مُحرِم کسی شکار کو حرم کے اندر یا حرم کے باہر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ بھی حرام ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص مُحرِم نہ ہو لیکن حرم میں کسی شکار کو ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ بھی حرام ہوگا کیونکہ جس طرح محرم کو حرم کے اندر اور حرم کے باہر شکار کو ذبح کرنے کی اجازت نہیں اسی طرح غیر محرم کو بھی حرم کے اندر شکار کے ذبح کرنے کی اجازت نہیں۔ چونکہ انہوں نے ذبح کی صورت میں وہ کام کیا جس کی انہیں اجازت نہیں تھی۔ اس لئے ان کا ذبیحہ حرام ہوگا۔

۶۔ اگر ذبح کرنے والا ذبح کرتے وقت جان بوجھ کر تکبیر نہ پڑھے تو اس کا ذبیحہ حرام ہوگا۔ اور اگر بھول جائے تو ذبیحہ حلال۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شکار پر کتا یا تیر چھوڑتے وقت قصداً تکبیر نہ پڑھے تو شکار حرام اور اگر تکبیر پڑھنا بھول جائے تو شکار حلال۔

۷۔ ذبح اختیاری میں ضروری ہے۔ کہ جس جانور کو ذبح کرنا مقصود ہو اس پر ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھی جائے اور ذبح اضطراری میں ضروری ہے کہ کتا چھوڑتے وقت یا تیر چھوڑتے وقت تکبیر پڑھی جائے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ کسی شخص نے ایک بکری کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا اور اس پر تکبیر پڑھی، پھر اُسے ذبح نہیں کیا بلکہ دوسری کو ذبح کر دیا تو اب یہ ذبیحہ حرام ہوگا کیونکہ ذبح کرنے والے نے تکبیر اس پر نہیں پڑھی بلکہ پہلی پر پڑھی ـــ لیکن اس کے برعکس فرض کیجئے کہ کسی شخص نے تکبیر پڑھ کر کتا یا تیر کسی شکار پر چھوڑا لیکن تیر اُس شکار کو نہیں لگا بلکہ دوسرے کو لگ گیا یا کتے نے اس شکار کو نہیں پکڑا۔ بلکہ دوسرے کو پکڑ لیا تو ان دونوں صورتوں میں شکار حلال ہوگا کیونکہ شکاری کے بس میں اتنا ہی تھا کہ وہ تکبیر پڑھ کر تیر یا کتا چھوڑے شکار تک پہنچانا یہ اس کے بس میں نہیں تھا۔

۸۔ اگر کسی شخص نے چھری ہاتھ میں لے کر جانور کو ذبح کرنے کے لئے تکبیر پڑھی۔ اور پھر وہ چھری پھینک کر دوسری چھری لے لی اور اسی پہلی تکبیر سے جانور کو ذبح کر دیا تو یہ جانور حلال ہوگا کیونکہ یہ تکبیر جانور پر تھی اور گو چھری بدل گئی لیکن جانور وہی رہا۔ لیکن اگر کسی شخص نے ایک تیر پر تکبیر پڑھ کر اسے چھوڑنا چاہا اور پھر اس تیر کو رکھ دیا اور اسی تکبیر پر اکتفا کر کے دوسرا تیر چلا دیا تو اس تیر سے جو شکار ہوگا وہ حرام ہوگا کیونکہ یہ تکبیر جانور پر نہ تھی بلکہ تیر پر تھی اور چونکہ وُہ تیر بدل گیا اس لئے تکبیر ہوئی ہی نہیں

۹۔ جو شخص گونگا نہیں بلکہ زبان سے بول پڑھ سکتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ذبح کرتے وقت زبان سے تکبیر پڑھے کیونکہ قرآن حکیم میں ہے وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور ذِکر کا صلہ جب علی آئے تو اس سے مراد ذکرِ لسانی ہی ہوتا ہے۔

۱۰۔ ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام نہیں لینا چاہئے فرض کیجئے کہ کسی نے ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ ملا ہوا کسی اور کا نام لے لیا لیکن اُسے اللہ پر معطوف نہیں کیا ـــ مثلاً کہہ دیا بِسْمِ اللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ذبح کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں) تو اس صورت میں چونکہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اس لئے ذبیحہ حلال تو ہوگا لیکن مکروہ ہوگا، کیونکہ کرنے والے نے گو اللہ کے نام کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا لیکن اس کے پہلو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک شریک کر دیا جو صورتاً صحیح نہ تھا اس لئے ذبیحہ گو حرام نہیں ہوا لیکن مکروہ ضرور ہو گیا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ دوسرے نام کا بھی ذکر کرے اور دوسرے نام کو اللہ پر معطوف و مشارک قرار دے مثلاً کہے بِسْمِ اللّٰهِ وَ اِسْمِ فلان یا بِسْمِ اللّٰهِ وَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (ذبح کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کے ساتھ) تو اس صورت میں ذبیحہ حرام ہوگا کیونکہ اس نے ذبح میں اللہ کے نام کے ساتھ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام نامی کو شریک کر دیا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ صورت و معنی دونوں کے اعتبار سے اللہ کے نام سے الگ کسی اور کا نام لے مثلاً جانور کو لٹانے سے پہلے۔ یا تکبیر سے پہلے یا ذبح کرنے کے بعد کوئی نام لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ منقول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو ذبح کرنے کے بعد فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ هٰذِهٖ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ مِمَّنْ شَهِدَ لَكَ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَلِيْ بِالْبَلَاغِ۔

اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں سے جنہوں نے تیری وحدانیت کی اور میری پیغمبری کی گواہی دی ان سب کی طرف سے اس قربانی کو قبول فرما۔

(۱۱) ذبح کرتے وقت یہ بھی شرط ہے کہ فقط اللہ کا نام لے اور اس کی جگہ ایسا کوئی جملہ نہ کہے جس میں اللہ تعالیٰ دعا یا درخواست پائی جائے کیوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے۔ جَرِّدُوا التَّسْمِيَةَ (ذبح کرتے وقت صرف اللہ کا نام لو) فرض کیجئے اگر کسی نے ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کی جگہ کہہ دیا اللھم اغفرلی (اے اللہ مجھے بخش دیجئے) تو اس سے ذبیحہ حلال نہیں ہوگا کیونکہ یہ مجرد ذکر نہیں بلکہ دعا اور درخواست ہے۔

(۱۲) اگر کسی نے ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کی جگہ کہہ دیا

الحمد للہ یا سبحان اللہ تو ذبیحہ حلال ہوگا کیونکہ یہ الفاظ نہ دعا کے ہیں اور نہ درخواست کے۔

(۱۳) اگر کوئی شخص جانور کے گلے پر چلانے ہی لگا تھا کہ اُسے چھینک آگئی اور اس نے کہا الحمد للہ اور پھر اسی الحمد للہ پر اکتفا کرکے اس نے جانور کے گلے پر چھری پھیر دی تو یہ جانور حلال نہیں ہوگا کیونکہ اس نے الحمد للہ چھینک آنے پر کہا جانور کو ذبح کرنے کے لئے نہیں۔

(۱۴) یہ جو لوگ ذبح کرتے وقت پڑھتے ہیں بسم اللہ اللہ اکبر یا بسم اللہ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تو یہ اپنے پاس سے بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایسا ہی منقول ہے البتہ بسم اللہ واللہ اکبر واؤ عاطفہ کے ساتھ کہنا اللہ اکبر کی نسبت زیادہ بہتر ہے کیونکہ حدیث صحیح میں واؤ ہی سے منقول ہے

(۱۵) جانور کو گلے سے ذبح کرنا چاہیئے اور چار رگیں کاٹنی چاہیں۔ ایک حلقوم یعنی نرخرہ جس سے سانس لیتا ہے دوسری مری یعنی سرخ ردہ جس سے دانہ پانی کھاتا ہے۔ اور دو دائیں بائیں کی رگیں جن میں خون چلتا ہے فرض کیجئے کہ چار نہیں کٹیں تین ہی کٹیں تو بھی ذبیحہ حلال ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افر الاوداج بما شئت (جس چیز سے چاہو رگوں کو کاٹ دو) اور اوداج چونکہ جمع ہے۔ اور جمع کا اطلاق تین سے شروع ہوتا ہے اس لئے تین رگوں کا کاٹنا ہی درست ہوگا۔

(۱۶) جانور کے ذبح کرنے کی صحیح جگہ گلا ہی ہے۔ کیونکہ سنن دارقطنی میں ہے۔ انہ علیہ الصَّلٰوۃُ والسَّلامُ منادیًا[1] ینادی فی فجاج منیٰ الا اِنَّ الذکوٰۃَ فِی الحلْقِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منیٰ میں منادی[2] کروائی کہ یاد رکھو ذبح کی جگہ جانور کا گلا ہے۔

(۱۷) اگر کسی کے پاس کوئی اُترا ہوا ناخن یا اکھڑا ہوا دانت ہے۔ تو اس سے بھی جانور ذبح کیا جاسکتا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اَنْھِرِ الدَّمَ بما شئت (جس چیز سے چاہو جانور کی رگیں کاٹ دو) غرضیکہ ہر وہ چیز جو دھار دار ہے۔ مثلاً دھار دار پتھر یا گنے اور بانس کا چھلکا وغیرہ ان سب سے ذبح کرنا درست ہے البتہ اتنی بات یاد رکھنی چاہئے کہ ناخن یا دانت سے ذبح کرنا مکروہ ہے لیکن جب ذبح کردیا تو گوشت میں کوئی کراہت نہیں کراہت صرف فعل ذبح میں ہوگی۔ اور وہ بھی اس لئے کہ ان چیزوں میں چھری جیسی تیزی تو ہو نہیں سکتی لہذا جانور کو اس سے بہت تکلیف ہوگی۔

(۱۸) اگر کوئی شخص اپنے دانتوں یا ناخنوں سے جانور کے گلے کو کاٹ دے تو یہ جانور حلال نہیں ہوگا۔ کیونکہ ذبح میں ضروری ہے کہ کاٹنے والا آلہ اپنی تیزی سے گلے کو کاٹے صرف بوجھ بازو کی وجہ سے نہیں اگر زور یا بوجھ کی وجہ سے کاٹا تو یہ جانور منخنقہ کے حکم میں ہوگا جو کہ حرام ہے دوم دانتوں یا ناخنوں سے کسی جانور کے گلے کو کاٹنا وحشت و بربریت کی علامت ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جانور کو زیادہ تکلیف دے کر ذبح نہ کرو۔

(۱۹) ذبح کرنے سے پہلے چھری کو تیز کرلینا خوبی کی بات ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الاحسانَ علیٰ کُلِّ شیءٍ فاذا قتلتُم فاَحسِنوا القِتْلَۃَ واذا ذَبَحْتُم فاَحسِنُوا الذِّبحَۃَ وَلیُحِدَّ احدُکُم شَفرَتَہ ولیُرِحْ ذَبیحَتَہ[3] (ہر چیز کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کو اللہ تعالیٰ نے تم پر واجب قرار دیا ہے لہذا جب قتل کرو تو اچھی طرح سے کرو اور جب تم میں سے کوئی جانور کو ذبح کرنے لگے تو اچھی طرح سے کرے ذبح کرنے سے پہلے چھری کو تیز کرے اور ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔

(۲۰) جانور کو لٹانے کے بعد چھری کو تیز کر رہا ہے تو آپ نے فرمایا لقد اردتَ اَنْ تُمیتَہا مَوتاتٍ ھَلَّا حَدَّدْتَھَا قبلَ ان تُضْجِعَھَا[4] (تم اسے کئی موتوں سے مارنا چاہتے ہو۔ تم نے اس کے لٹانے سے پہلے چھری کو کیوں نہ تیز کرلیا؟)

(۲۱) ذبح کرتے وقت چھری کو نخاع[5] یعنی حرام مغز تک لے جانا یا جانور کا سر کاٹ کر الگ کردینا مکروہ ہے۔ لیکن ذبیحہ حلال ہے اس کے کھانے میں کوئی کراہت نہیں اور فعل ذبح میں کراہت اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھری کے نخاع تک لے جانے اور سر کے الگ کر دینے سے منع فرمایا ہے اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ جانور ابھی پھڑک ہی رہا تھا کہ اس کی گردن توڑ دی یا ابھی پھڑک ہی رہا تھا کہ اس کی کھال کھینچنا شروع کردی تو ان تمام صورتوں میں چونکہ جانور کو بلا ضرورت دکھ پہنچانا ہے اس لئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اس سے گوشت پر کوئی اثر نہیں پڑتا گوشت کا کھانا بلا کراہت جائز ہے

(۲۲) ذبح کرنے کے لئے جانور کو مذبح تک ٹانگ سے کھینچ کرلے جانا یا ذبح کرتے وقت اُس کا رُخ قبلہ کی طرف نہ یہ بھی مکروہ ہے لیکن ایسے ذبیحے کے گوشت کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲۳) جانور کو گلے کی بجائے گُدی کی طرف سے ذبح کرنا مکروہ ہے لیکن کسی نے اگر ذبح کردیا تو دیکھنا چاہئے کہ جن لوگوں کا ذبح کے وقت کاٹنا ضروری ہے اُن کے کاٹنے تک جانور میں زندگی باقی رہی یا چھری کے اُن رگوں تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ مرگیا اگر پہلے مرگیا تو جانور حرام ہے اور اگر رگوں کے کاٹنے تک زندہ رہا تو حلال ہے پہلی صورت میں حرام اس لئے ہے کہ جانور اُن رگوں کے کاٹنے کی وجہ سے نہیں مرا جن کا کاٹنا ذبح کے وقت ضروری ہے بلکہ اُس سے پہلے مرگیا اور دوسری صورت میں گو حلال ہے۔ لیکن مکروہ ہے کیوں کہ رگوں تک جتنا حصہ اُس کے جسم کا کاٹا گیا اس کا ذبح سے کوئی تعلق نہ تھا۔ تو گویا اس کی مثال ایسی ہوئی جیسے کسی جانور کو پہلے زخمی کیا جائے اور پھر ذبح کیا جائے اور جس طرح زخمی کرنے کو ذبح کرنے سے کوئی تعلق نہیں اسی طرح گدی کی طرف سے ذبح کرنے میں رگوں تک جتنا حصہ اس کا کاٹا گیا اس کا ذبح کرنے

[1] یہ منادی کرنے والے بدیل بن ورقاء خزاعی تھے [2] رواہ النسائی [3] اخرجہ احمد وجماعۃ الا البخاری [4] اخرجہ الحاکم فی الضحایا من مستدرکہ

[5] گردن کی ہڈی میں جو سفید سی دھاری ہوتی ہے اسے نخاع یا حرام مغز کہتے ہیں۔

سے کوئی تعلق نہیں تھا اور جانور کے لئے محض اذیت ہی اذیت تھی اس طور پر ذبح کرنا مکروہ ہوا۔ لیکن ذبح کی شرائط چوں کہ پائی گئیں اس لئے حلال ہوا۔

(۲۴) جو جانور انسانوں سے مانوس ہیں اُن کے ذبح کرنے کا طریق وہی ہے جو اوپر بیان ہوا اور وہ وحشی جانور جو انسانوں سے مانوس نہیں ہوتے اور ان سے بھاگتے ہیں اُن کے ذبح کرنے کا طریق یہ ہے کہ اُن کے جسم کے کسی حصے میں زخم لگا دیا جائے انسان کے پہنچنے تک اگر ایسا جانور مرگیا تو حلال ہوگا۔ کیونکہ انسان جب ذبح اختیاری پر قادر نہ ہو تو ذبح اضطراری ہی محلل ہے۔

(۲۵) فرض کیجئے کہ کوئی جانور کنوئیں میں گر گیا اور ہمارا خیال ہے۔ کہ ہمارے اُس تک پہنچتے پہنچتے وہ مر جائے گا تو اُس کے ذبح کرنے کا طریق بھی یہی ہے کہ اس کے جسم کے کسی حصے پر زخم لگا دیا جائے اب ہمارے پہنچنے تک زندہ رہا تو قاعدے سے اُسے ذبح کریں گے اور اگر مرگیا تو یہی زخم ذبح کے قائم مقام ہو جائے گا

(۲۶) اگر کوئی بکری جنگل میں پکڑائی نہیں دیتی تو اُس کے ذبح کرنے کا طریق بھی یہی ہے کہ اس کے جسم کے کسی حصے میں زخم لگا دیا جائے لیکن اگر آبادی میں پکڑائی نہیں دیتی تو اُسے جب تک قاعدے سے ذبح نہیں کریں گے حلال نہیں ہوگی۔

(۲۷) اونٹ اور گائے بیل اگر پکڑائی نہ دیتے ہوں تو اُن کے ذبح کرنے کا بھی یہی طریقہ ہے کہ اُن کے جسم کے کسی حصے میں زخم لگا دیا جائے اور پھر ان کے لئے جنگل یا آبادی کی بھی کوئی قید نہیں جہاں بھی پکڑائی نہ دیتے ہوں تو انہیں اسی طریق سے ذبح کیا جاسکتا ہے بکری کے بارے میں جنگل اور آبادی کی تمیز اس لئے تھی کہ جنگل میں اُس کا پکڑنا مشکل ہوسکتا ہے۔ لیکن آبادی میں ایسا مشکل نہیں۔ کیونکہ یہ پکڑنے والے کا مقابلہ نہیں کرتی۔ لیکن اونٹ اور گائے بیل چونکہ مقابلہ کرتے ہیں اس لئے انہیں جنگل اور آبادی دونوں میں زخم لگا کر ذبح کیا جاسکتا ہے۔

(۲۸) اونٹ کے ذبح کرنے میں مستحب یہ ہے کہ اُس کا نحر کیا جائے یعنی سینہ کے پائین گلو میں اُس کی رگیں کاٹی جائیں کیونکہ اُس کی ساری رگیں یہیں جمع ہوتی ہیں۔ لیکن فرض کیجئے کہ کسی نے اونٹ کا نحر کرنے کی بجائے اُسے اس طور پر ذبح کر دیا جس طور پر کہ دوسرے جانوروں کو کیا جاتا ہے یا کسی اور جانور کو ذبح کرنے کی بجائے اُس کا نحر کر دیا تو ایسا ذبیحہ بھی حلال ہوگا۔ لیکن یہ فعل چونکہ سنت کے خلاف ہے اس لئے مکروہ ہے

(۲۹) اگر کسی نے اونٹنی یا گائے کو ذبح کیا اور ان کے پیٹ سے مُردہ بچہ نکلا تو اس بچے کا کھانا حلال نہیں ہے۔

بقیہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ

فرق تھا اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھوڑا تھوڑا جمع کرتی رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ جب خاصی مقدار میں جمع ہوتا تو ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دیتی تھیں۔ اور حضرت اسماءؓ کا یہ حال تھا کہ وہ کل کے لئے کچھ رکھتی ہی نہ تھیں (باقی آئندہ)

بقیہ: اللہ تعالیٰ کی توحید کے چند دلائل

ظَلَّھُر۔ اگر اللہ تعالےٰ ہواؤں کو روک دے تو کشتیاں پانی کی سطح پر ٹھہری ہی رہیں۔ اللہ تعالےٰ نے پانی کو مسخر کر دیا۔ تاکہ کشتیوں وغیرہ کو اپنی سطح پر اٹھائے رکھے اور ہواؤں کو اللہ تعالےٰ نے مسخر کر دیا کہ ان کشتیوں کی آمد و شد میں معاون ہوں۔ اور اس میں اللہ تعالےٰ کی توحید کے بڑے دلائل ہیں اللہ تعالےٰ نے اپنی مخلوق کو نفع پہنچانے کی خاطر پانی کی سطح پر ان کی نقل و حرکت کا سلسلہ جاری کر دیا اور لوگوں کو متنبہ کر دیا کہ وہ اپنے خالق و منعم کا شکریہ ادا کر کے دارالسلام (جنت) میں پہنچنے کی کوشش کریں۔ (باقی آئندہ)

فریضۂ حج

یہ بات محتاجِ بیان نہیں ہے۔ کہ مسلمان کی زندگی میں سب سے مقدم اور اہم چیز اس کے مذہب کی حفاظت اور مذہبی فرائض کی ادائگی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ اسلام جن بنیادوں اور ستونوں پر قائم ہے ان میں ایک رکن حج بیت اللہ بھی ہے۔ جس کسی مسلمان کو اس قدر استطاعت حاصل ہو کہ وہ بیت اللہ تک سفر کرسکتا ہے اس پر اللہ کی طرف سے یہ فرض عائد کر دیا گیا ہے چنانچہ حق تعالےٰ کا فرمان ہے۔ وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ کہ اللہ کا اس کے بندوں پر یہ حق اور فرض ہے کہ جو شخص بیت اللہ تک جاسکتا ہے وہ حج بیت اللہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اسلام کی بناء پانچ چیزوں پر قائم ہے۔ توحید و رسالت کی گواہی نماز کا قائم کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا رمضان کے روزے رکھنا اور حج بیت اللہ کرنا۔

پاکستان خدا کے فضل و کرم سے اسلامی حکومت ہے۔ اور دنیائے اسلام میں اس کی اسلامی عظمت و بلندی بھی مسلم ہے۔ اس لئے دنیائے اسلام کی اس عظیم تر سلطنت کے لئے یہ چیز کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ کہ دینی فریضہ کی ادائیگی میں کسی قسم کی تحدید اور پابندی قائم کرے لہذا یہ درخواست صرف میری ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان کی ہے۔ حکومت سفر حج پر سے تمام پابندیاں ختم کر دے۔ تاکہ ہر وہ مسلمان جو خانہ خدا اور بارگاہ رسول اللہ تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اس سعادت سے محروم نہ رہے۔

گزشتہ سال سفر حج کے لئے بونس کا جو طریقہ جاری کیا گیا تھا وہ حجاج کے واسطے نہایت ہی گرانی اور دشواری کا موجب بنا اس لئے درخواست ہے کہ یہ طریقہ قطعًا ختم کر دیا جائے۔ یہ چیز کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔ کہ اس سفر مبارک کو دشوار اور گراں بنایا جائے۔ بلکہ ضروری ہے کہ زائد سے زائد سہولتیں اور آسانیاں مہیا کی جائیں۔ بڑے حکام اور افسران اگر اس بات کو محسوس کریں کہ بہت سے مسلمان اپنی زندگی کی اس آرزو کو پورا کرنے کے لئے کس محنت و مشقت اور کیسی کیسی دشواریوں سے سفر حج کے لئے پیسہ جمع کرتے ہیں تو یقینًا وہ سال گزشتہ کے بونس کے طریقہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی باقی رکھنا گوارا نہ کریں گے۔

میں ایک بار پھر ایمانی اور اسلامی اقدار کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ حکومت پاکستان فریضہ حج کی ادائگی میں کسی قسم کی پابندی نہ رکھے بلکہ جو مسلمان بھی اسلامی فریضہ ادا کرنے کی درخواست کرے اس کو اجازت دیدے خداوند عالم نے محض اپنے فضل و کرم سے ۱۹۶۵ء کے خطرناک مرحلہ پر اس م

۴- ملک کی حفاظت فرمائی وہی پروردگار اس مقدس فریضہ کی برکت سے پاکستان کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے اور نوازے گا (محمد سعید کاندھلوی ٹنڈو الہیار سندھ)

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

منعقدہ ۲۶ر فروری ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی' اے

(۲)

مجاہد یہ نہ خیال کرے کہ جہاد کرنے کے بعد شاید میں نے کچھ کمال کیا ہے، نہ نہ، یہ تو اللہ کا عطیہ تھی اُس کی جان اور اللہ کا عطیہ اللہ ہی کے نام پر لگ جاتے اس پر تو مجاہد کو خوش ہونا چاہیئے کہ جو میری زندگی تھی جس نے ویسے ہی ختم ہونا تھا آج وہ اللہ کے نام پر ختم ہو گئی یہی جذبہ تھا جس کو مسلمانوں میں پیدا کیا جناب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ صحابۂ کرام کی شاندار زندگیاں ہمارے سامنے ہیں۔ تو انفال کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ مالِ غنیمت تمہارا نہیں ہے بلکہ یہ مالِ غنیمت اللہ تعالےٰ کا عطیہ ہے اور اللہ تعالےٰ کے عطیئے کو جس طرح اللہ تعالےٰ کے رسول[ؐ] تقسیم کرنا چاہیں گے اسی طرح تقسیم ہوگا۔ اور اللہ کے رسول[ؐ] کس طرح تقسیم کریں گے؟ جس انسان نے جہاد میں حصّہ لیا، میدانِ جنگ میں پہنچا وہ انفال کا حصّے دار ہے۔ خواہ وہ لڑے یا نہ لڑے، اپنے آپ کو اس نے جہاد میں پیش کر دیا خواہ وہ کسی بھی محاذ پر ہو۔ اس لئے میرے بزرگو! ہمارے فقہائے اسلامیہ نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ ایک گروپ، ایک گروہ رضاکاروں کا، مجاہدوں کا، مجاہدین کی مدد کے لئے گھر سے روانہ ہوُا مخلصانہ نیّت کے ساتھ وہ گھر سے نکلا بارڈر پر یا سرحد پر یا میدانِ جنگ میں اپنے اُن بھائیوں کی مدد کے لئے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے، نیّت یہ تھی کہ میں وہاں جا کر لڑوں گا، اگر اللہ کی راہ میں مارا گیا تب بھی مجھے خوشی ہو گی اور اگر اللہ تعالیٰ کا یوں ہی حکم ہوُا کہ میں کامران واپس آیا تب بھی مجھے کوئی اس میں اعتراض نہیں، مجھے خوشی ہے، مخلصانہ طور پر وہ جہاد کے لئے گروہ نکلا یا ایک فرد نکلا لیکن آگے پہنچے، دیکھا کہ جنگ ختم ہو چکی تھی، میدان صاف ہو چکا تھا اور مالِ غنیمت جو تھے وہ مسلمان حاصل کر رہے تھے، جمع کر رہے تھے تو فقہائے اسلامیہ نے لکھا ہے قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں کہ یہ جو گروہ گھر سے نکلا تھا، جنگ ختم ہونے کے بعد جو پہنچا ہے اس کو بھی مالِ غنیمت سے حصّہ ملے گا۔ کیونکہ اس نے بھی اپنی نیّت میں خلوص پیدا کیا، اور اسی سے علماء نے یہ مسئلہ بھی نکالا۔

میں نے یہاں ایک دفعہ تقریر کی تھی ایک مسجد کے افتتاح کے موقعہ پر اور میں نے عرض کیا تھا کہ جہاد کو ہماری نماز کے ساتھ بہت بڑی مناسبت ہے۔ مسجد کو آرڈیننس فیکٹری کے ساتھ کس قدر لگاؤ اور ربط ہے اس پر میں نے کچھ باتیں عرض کی تھیں اسی ضمن میں یہ مسئلہ زیادہ طور پر آج عرض کر رہا ہوں کہ اسی سے ہمارے فقہائے اسلامیہ نے یہ مسئلہ نکالا کہ اگر ایک انسان جو نماز با جماعت کا پابند ہے اُس کی عادت ہے کہ وہ ہمیشہ نماز باجماعت پڑھتا ہے۔ اور میرے بزرگو! نماز ہے ہی باجماعت مردوں کے لئے، گھر میں تو عورتیں نماز پڑھتی ہیں، مردوں کو حکم فرمایا۔ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ط تم ان لوگوں کے ساتھ میرے سامنے سربسجود ہو جاؤ جو رکوع کرنے والے ہیں تم بھی رکوع انہی کے ساتھ کرو۔ تمہاری علیٰحدہ کیا نماز ہے۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی نماز با جماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم اللہ تعالےٰ کی عبادتوں میں بھی چھوٹ چاہتے ہیں۔ اب پانچ وقت کی تو نماز باجماعت ہے اس میں اور کیا چھوٹ ہو۔ پانچ وقت کی نماز کے متعلق فرمایا کہ تم مسجد میں جا کر نماز باجماعت ادا کرو۔ جب اذان ہوتی ہے۔ مؤذّن بلاتا ہے تم جا کر شہادت دو۔ مؤذن کیا کہتا ہے؟ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ط اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ط حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ط میں گواہی دیتا ہوں اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں چلو تم نماز پڑھو، چلو تم کامیاب ہو جاؤ۔ لیکن ایک آدمی کہتا ہے کہ بھائی اس شہادت میں تو میں بھی شریک ہوں۔ لیکن میں ذرا گھر ہی حیلہ کر لیتا ہوں۔ حیلہ کیا بلا ہوتی ہے؟ جا کر اللہ کی عبادت مسجد میں کی جائے بلا کسی عذرِ شرعی کے۔ نماز باجماعت نہ پڑھنا بہت بڑا جرم ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "لَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ"۔ نماز با جماعت سے وہی پیچھے رہتا ہے جس کے دل میں ایمان کامل نہ ہو، نفاق کا کچھ شائبہ موجود ہو (اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز با جماعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز با جماعت کی تاکید میں ارشاد فرماتے ہیں اور اسی کے ضمن میں ہمارے علماءِ اسلام نے قرآن و سنت کی روشنی میں یہ مسئلہ نکالا کہ جو آدمی نماز با جماعت کا پابند ہو اور وہ ایک دن جماعت کے لئے گیا لیکن اتفاقاً کسی وجہ سے، اس کی کسی دیر کی وجہ سے یا کوئی اور رکاوٹ تھی، جب پہنچا، دیکھا کہ نماز با جماعت ہو چکی تھی۔ تو علماء لکھتے ہیں حدیث کی روشنی میں کہ اس انسان کو بھی نماز با جماعت کا ثواب ملے گا۔ کیونکہ یہ گیا تو ہے، اس کی نیّت تو تھی کہ میں نماز با جماعت کو پا لوں گا، گھڑی خراب تھی یا کوئی اور رکاوٹ پیدا ہو گئی، نماز پہلے ہو چکی تھی، اس کو نماز با جماعت کا ثواب ملے گا۔ (باقی آئندہ)

مولانا عطاء اللہ بغدادی ۱۰ر نومبر بروز جمعہ بعد نماز عشاء بمقام داؤد ضلع سیالکوٹ سیرت النبی کے موضوع پر اور ۱۷ر نومبر بعد نماز عشاء بمقام تالاب سرائے ضلع لاہور توحید باری کے موضوع پر تقریر فرمائیں گے۔
(شاہ صاحب)

جامعہ حمیدیہ سرائے مغل ضلع لاہور میں

چیف ایڈمنسٹریٹر صاحب محکمہ اوقاف

کی تشریف آوری

لاہور۔ ۲۳ر اکتوبر۔ جناب محمد مسعود صاحب چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف آج صبح ۹ بجے صوفی عبدالحمید خاں صاحب سابق وزیر خوراک، مولانا محمد اکرم صاحب ناظم جامعہ، مولانا رشید احمد صاحب پی، ای، ایس۔ ا۔ ریٹائرڈ۔ سید اختر احسن شاہ صاحب ایم' اے، پی۔ ای۔ ایس ریٹائرڈ کی معیت میں تشریف لائے۔ آپ نے دو گھنٹہ میں جامعہ کے تمام شعبوں کا معائنہ کیا۔ اعلیٰ نمبروں میں کامیاب طلباء میں انعامات تقسیم کئے۔ مولانا رشید احمد صاحب نے سپاسنامہ میں جامعہ کی ابتدا سے موجودہ حالت تک کی رپورٹ پیش کی اور آپ کی اسلام دوستی و تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔

چیف ایڈمنسٹریٹر صاحب نے جوابی تقریر میں فرمایا۔ مجھے جامعہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے۔ بچوں کی صحت بہت اچھی ہے، دینی و اخلاقی تعلیم بھی اچھی ہے، ماحول بھی اچھا ہے امید ہے کہ جامعہ ترقی کرے گا اور اپنے منتہا کو پہنچے گا میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے اعلیٰ مفید منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے تاکہ یہ ادارہ وسیع پیمانے پر ملک و قوم کی خدمت سرانجام دے سکے۔ آمین۔

معائنہ کے بعد آپ ساڑھے گیارہ بجے تشریف لے گئے
خان محمد الیاس خاں ہیڈ ماسٹر جامعہ حمیدیہ ہائی سکول سرائے مغل ضلع لاہور

اپیل

ادارہ تعلیمات اسلامیہ کریم پارک، لاہور میں، قرآن و حدیث اور عربی زبان کی تعلیمی و تدریسی درسگاہ کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے ــــ اس ادارہ کے پروگرام میں دینی خدمات کا وہ طریقہ شامل ہے، جو شیخ التفسیر، قطب دوراں حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری، قدس سرہ کا رائج کردہ ہے اور جو موجودہ اکابر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مظلہ العالی، حضرت مولانا عبداللہ صاحب درخواستی مدظلہ العالی، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ العالی جیسے بزرگان دین کا پسندیدہ ہے۔

چونکہ ادارہ تعلیمات اسلامیہ، کے منصوبہ میں نادار بچوں کی تعلیم کا پروگرام بھی شامل ہے۔ اس لئے اہلِ خیر حضرات اس سلسلہ میں اپنے تعاون سے علمِ دین کی خدمت کا گراں قدر ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔

ادارہ کے منتظمین میں حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب خطیب جامعہ مسجد ٹپڑیاں لاہور، جناب محترم ڈاکٹر احمد حسین صاحب کمال ناظم دفتر مرکزی جمعیۃ العلماء اسلام لاہور اور جناب حافظ عبدالغفور صاحب لاہور جیسے حضرات شامل ہیں۔

احقر خالد محمود ناظم ادارہ تعلیمات اسلامیہ ۱/۲۴۲ کریم پارک لاہور

نشری تقریر

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی انشاء اللہ تعالےٰ ۲۴ر نومبر بروز جمعہ ریڈیو پاکستان لاہور سے پونے چھ بجے شام جمہور دی آواز پروگرام میں "ہدایت دی راہ" کے عنوان پر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۲ تا ۶۴ پر تقریر فرمائیں گے۔

(حاجی بشیر احمد)

اپیل

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن ملکہ ہانس ضلع ساہیوال میں بیس طلبہ بیرونی ایک حافظ قاری ایک عالم دین ایک باورچی شب و روز مدرسہ کی ترقی و تعلیم میں مصروف کار ہیں۔ قلیل عرصہ میں مدرسہ ہذا سے دس حافظ القرآن حفظ کر کے خدمتِ دین کر رہے ہیں۔ مدرسہ کا ماہانہ خرچ ۵۰۰۔ ۶۰۰ روپے ہے اور کوئی مستقل آمدنی نہیں۔ الحمد للہ کہ مدرسہ ہذا کو حضرت مولانا عبید اللہ انور کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے۔ مخیر حضرات سے تعاون مدرسہ کی اپیل ہے۔ ترسیل زر کا پتہ: نور حسین ناظم مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن ملکہ ہانس ڈاکخانہ خاص ضلع ساہیوال تحصیل پاک پتن

اپیل

مجھے ایک مخیر اور مخلص دوست ملک امیر حسین نے کھیوڑہ شہر میں ایک کنال زمین درسِ قرآن کے لئے دی ہے لیکن میری مالی حالت اچھی نہیں کہ درس قائم کرنے کے لئے اس زمین پر ایک کمرہ تعمیر کرا سکوں چونکہ درس قرآن کے اجرا میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے اس لئے اگر کوئی صاحب اس کارِ خیر میں سبقت فرماتے ہوئے کم سے کم ایک کمرہ بنوا دیں تو درس لینے والے بچے گرمی سردی سے محفوظ رہ کر تعلیم قرآن حاصل کر سکیں گے اور ان کی دعائیں ان صاحب کے لئے ہمیشہ شاملِ حال رہیں گی۔ خط و کتابت پتہ ذیل پر کریں۔

محمد عظیم و ملک امیر حسین سابق سیکرٹری لیبر یونین کھیوڑا مائنز۔ مقام و ڈاکخانہ خاص ضلع جہلم تحصیل پنڈ دادنخان

مدرسہ اشرفیہ سکھر کا

جلسۂ دستار بندی

انشاء اللہ بتاریخ ۱۷ر ۱۸ر ۱۹ر نومبر ۶۷ء مطابق ۱۳ر ۱۴ر ۱۵ر شعبان ۸۷ھ بروز جمعہ ہفتہ اتوار مدرسہ اشرفیہ سکھر کا سالانہ عظیم الشان تبلیغی جلسہ ہو رہا ہے جسمیں خطیب الامت حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور دیگر بزرگانِ دین شرکت فرما رہے ہیں۔ جو پندرہ طلباء اس سال دورۂ حدیث سے فارغ ہو رہے ہیں انشاء اللہ ان کی دستار بندی بھی ہو گی۔ اور تبلیغی و اصلاحی مواعظ بھی ہوں گے۔ تمام مسلمانوں سے شرکت کی درخواست ہے۔

محمد احمد تھانوی مہتمم مدرسہ اشرفیہ سکھر

واہ کینٹ میں درسِ قرآن کی

تیسری سالگرہ

مورخہ ۲۶ر نومبر ۶۷ء بروز اتوار صبح دس بجے بنگلہ ۱۵ جامن روڈ واہ کینٹ میں درسِ قرآن کی تیسری سالگرہ منائی جا رہی ہے۔ الحمد للہ یہ درس نومبر ۶۴ء سے باقاعدگی سے ہر ماہ کے آخری اتوار کو ہوتا ہے۔ پروگرام حسبِ ذیل ہے :۔

۱۔ درس حسبِ معمول ــ قاضی زاہد الحسینی صاحب مدظلہ
۲۔ سالانہ رپورٹ ــــ محمد عثمان غنی بی اے منتظم درسِ قرآن
۳۔ بیان ـــــــ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلم
۴۔ افتتاح درسِ حدیث حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم

باہر سے تشریف لانے والے خواہش مند حضرات جوابی خط لکھ کر معلومات حاصل کر لیں۔ درسِ قرآن کا تیسرا سالانہ مجموعہ از نومبر ۱۹۶۶ء تا اکتوبر ۶۷ء بھی انشاء اللہ اس روز تیار ہو کر آ جائے گا پہلے دو سالوں کے مجموعے بھی تیار ہو چکے ہیں۔

محمد عثمان غنی بی' اے ۱/۱۹۴ واہ کینٹ

مدرسہ عربیہ اسلامیہ رجسٹرڈ بورے والا کا

سالانہ جلسۂ دستار بندی

ضلع ملتان میں دینی و دنیوی تعلیم کی مشہور درسگاہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ رجسٹرڈ بورے والا کا سالانہ جلسۂ دستار بندی مورخہ ۱۰ر ۱۱ر ۱۲ر نومبر ہو رہا ہے جس میں ملک کے مشہور علماءِ کرام و مشائخ عظام تشریف لا رہے ہیں۔ اس درسگاہ میں ۳۲ معلمین و معلمات ۱۰۰ طلباء و طالبات تعلیم پا رہے ہیں۔ (رشید احمد ارشد نمائندہ اخبارات بورے والا)

جلسہ

مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۶۷ء مطابق ۱۴ر شعبان ۱۳۸۷ھ بروز جمعہ بعد از نمازِ عشاء جامع مسجد مولانا حافظ محمد صدیق صاحب والی محلہ کرشنا نگر گلی ۱ نزد گنج منڈی گوجرانوالہ میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہو رہا ہے جسمیں فخر الواعظین حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب بھٹی مبلغ تنظیم اہل سنت (ملتان) تقریر فرمائیں گے۔ نیز جناب احمد بخش صاحب چشتی نعت خواں (جھنگ) بھی شرکت کریں گے۔

(حافظ فصیح الرحمٰن ہمدانی نائب خطیب مسجد ہذا)

مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم بوھڑ کا

سالانہ جلسہ

۱۲ر ۱۳ر ۱۴ر شعبان مطابق ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷ر نومبر ۶۷ء بمقام جامع مسجد بوہڑ، تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خاں ہو رہا ہے۔ جس میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم و سرپرست مدرسہ ہذا، حضرت مولانا عبید الستار صاحب تونسوی، حضرت مولانا نور الحق صاحب۔ شاعرِ تنظیم جناب کمتر صاحب اور دیگر حضرات شرکت فرمائیں گے۔

(غلام حسن مہتمم مدرسہ ہذا)

تصحیح پچھلے شمارے میں مضطر صاحب کی نظم "اصحاب عشرہ مبشرہ" کے پہلے اور دسویں شعر کے دوسرے مصرعوں میں "نجم آسماں" کی جگہ "نجوم چرخ کے" اور "سرمدی" کی جگہ "خلد کی" پڑھیئے۔

عدیؓ بن حاتم طائی کے مسلمان ہونیکا واقعہ

از قاری حضرت گل شاکر مدرسہ تجوید القرآن مسجد حق نواز خان بنوں

۹ھ میں عدی بن حاتم طائی مسلمان ہوئے۔ ان کے مسلمان ہونے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے یہ اپنی قوم کے سب سے بڑے سردار تھے قوم پیداوار اور مال غنیمت کا چوتھائی حصہ ان کی نذر کیا کرتی تھی، انہیں مسلمانوں سے سخت عداوت تھی عیسائی تھے۔ اور اسلام کو عیسائیت کا رقیب سمجھتے تھے اور سردار ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدار ان کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا۔ ان کی سازش سے یمن کے قبیلے طے نے بغاوت کی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دنوں یمن کے گورنر تھے انہوں نے بغاوت کو فرو کیا اور بغاوت کے لیڈروں کو گرفتار کرکے مدینہ بھیج دیا ان میں عدی کی بہن بھی تھی وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئی تو اس نے کہا کہ میں سخی حاتم طائی کی بیٹی ہوں میرا باپ بھوکوں کا پیٹ بھرتا تھا۔ اور غریبوں پر رحم کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے باپ میں مسلمانوں کی سی خوبیاں تھیں عدی کی بہن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر عرض کیا کہ میری آپ سے ایک درخواست ہے آپ اس کو قبول فرما کر مجھ کو شکریہ کا موقع دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا۔ عدی کی بہن نے فرمایا کہ میرے بھائی آپ کی فوج سے خوف زدہ ہو کر شام کے علاقہ میں بھاگ گئے ہیں۔ آپ مجھ کو اجازت دیں۔ کہ میں ان کو لے آؤں اور ان کے لئے ایک امن نامہ لکھدیجئے یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چپکے چلے گئے اور کچھ جواب نہیں دیا۔ دوسرے روز پھر وہاں سے گزرے تو پھر اس نے وہی درخواست دہرائی آپؐ نے فرمایا تم جلدی کیوں کرتی ہو جب تمہارے علاقہ سے کوئی آئے گا جس پر تم کو اعتماد ہو اس کے ساتھ چلی جانا

چنانچہ چند یوم بعد ان کے رشتہ دار وں میں سے چند اشخاص آگئے عدی کی بہن کہتی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے رشتہ داروں میں سے ایسے لوگ آگئے ہیں جن پر مجھ کو اعتماد کلی ہے یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے کپڑوں کے جوڑے بھیج دئے اور میرے لئے زاد راہ اور سواری مہیا فرمائی میں اپنے قرابتداروں کے ساتھ بھائی کے پاس پہنچ گئی۔ حضرت عدی فرماتے ہیں میں اپنے بال بچوں میں بیٹھا ہوا تھا کہ دور سے مجھ کو چند سواریاں نظر آئیں۔ دیکھتا کیا ہوں کہ میری بہن ہے۔ ابھی سواری سے اُتری بھی نہ تھی۔ کہ مجھ کو برا بھلا کہنا شروع کیا بڑا ظالم ہے۔ قاطع رحم ہے اپنے بال بچوں کو اٹھا کر لے گیا اور بہن کو یہاں چھوڑ گیا۔ چونکہ باتیں سچی تھیں اور میرے پاس کوئی عذر نہ تھا۔ بہت شرمندہ ہوا۔ میں نے کہا مجھ کو معاف فرمائیے پھر میں نے اپنی بہن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استفسار کیا انہوں نے کہا میرا تو خیال ہے کہ تم جلدی اُن کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اگر وہ نبیؐ ہیں تو تم کو جلدی سبقت کرنی چاہئے۔ اور اگر وہ بادشاہ ہیں تو تمہاری عزت میں کوئی فرق نہیں آئیگا میں نے کہا ٹھیک ہے اور میں ان کے ساتھ سوار ہوکر مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی میں داخل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے میں نے اسلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم کون ہو میں نے کہا عدی بن حاتم طائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اپنے ساتھ گھر لے چلے راہ میں ایک بڑھیا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں شروع کیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے جب تک بڑھیا کی

داستان ختم نہ ہوگئی میں نے سوچا۔ کہ بادشاہ اس طرح ضعیفہ بڑھیا عورتوں کے روکنے سے نہیں رکا کرتے۔ محمدؐ بادشاہ نہیں ہیں۔ گھر میں داخل ہوئے جس گدے پر آپؐ بیٹھا کرتے تھے۔ میری طرف سرکا دیا۔ گدا ایک ہی تھا میں نے عرض کیا۔ نہیں! آپ اس پر بیٹھئے! فرمایا نہیں آپ بیٹھئے چنانچہ میں گدّی پر بیٹھ گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ گئے اب مجھے یقین ہوگیا کہ محمدؐ بادشاہ ہرگز نہیں بیٹھنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عدی تم کوسیؒ ہو۔ میں نے جواب دیا ہاں

پھر فرمایا تم اپنی قوم سے پیداوار اور مال غنیمت کا چوتھائی لیتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دین کے تو یہ خلاف ہے عدی نے کہا بے شک! اب میں نے دل میں سوچا ہو نہ ہو یہ نبی ہیں۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدیؓ! تم کو اسلام لانے میں کیا چیز مانع ہے عدی۔ تم کو شاید یہ چیز مانع ہو کہ مسلمان نہایت مفلس۔ قلاش اور غریب ہیں۔ عدی! وہ وقت آنے والا ہے کہ مسلمانوں کے پاس اتنا مال ہوگا کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملے گا، عدی۔ شاید تم کو یہ چیز مانع ہے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بڑی بڑی زبردست سلطنتیں ہیں۔ دشمنوں کے پاس بے شمار فوجیں ہیں اور وہ ہر طرح کے ہتھیاروں سے مسلح ہیں۔ عدی وہ وقت آنے والا ہے کہ مسلمانوں کی سلطنت اتنی وسیع ہو جائے گی اور ایسا زبردست انتظام ہوگا۔ کہ ایک عورت تن تنہا قادسیہ (قادسیہ کوفہ سے پندرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۶ھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوا تھا بڑی خونریز جنگ ہوئی تھی برابر چار روز تک معرکے ہوتے رہے) سے چلے گی اور خوفناک جنگلوں کو طے کرتی ہوئی مدینہ میں داخل ہو جائے گی۔ اور اس کا راستہ میں ایک بال بیکا نہ ہوگا۔ عدی شاید تم کو یہ چیز مانع ہے کہ سردست مسلمانوں کی سلطنت بہت تھوڑی ہے۔ عدی! خدا کی قسم ایک وقت وہ آنے والا ہے۔ کہ اسلامی فوجیں کسریٰ جیسی سلطنت کو پاش پاش کر ڈالیں گی۔ عدی کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اپنی زبان سے کلمہ شہادت

؎ ۔ (رکوسی عیسائیوں میں ایک فرقہ ہے)

پڑھو۔ عدی! خدا بہت بڑا ہے۔ کیا خدا سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہے۔ حضرت عدیؓ کہتے ہیں کہ یہ تقریر سن کر میں اسی وقت مسلمان ہوگیا اور رسول کریم کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا حضرت عدیؓ فرماتے ہیں میری آنکھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوؔ پیشینگوئیوں کو پورے ہوتے دیکھ لیا ہے۔ میرے سامنے کسریٰ کی زبردست سلطنت پاش پاش ہوگئی اور آنکھوں کے سامنے قادسیہ سے ایک عورت تن تنہا خوفناک جنگلوں کو طے کرتی ہوئی صحیح وسالم مدینہ پہنچ گئی مجھ کو یقین ہے کہ تیسری پیشینگوئی بھی پوری ہونے والی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں یہ پیشینگوئی بھی پوری ہوگئی کہ لوگوں کو زکوٰۃ دینے کے لئے کوئی نہیں ملتا تھا حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے ۶۸ھ میں ۱۲۰ سال کی عمر میں کوفہ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مبلغ اسلام

حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری بحمداللہ تعالیٰ پوری طرح صحت یاب ہو چکے ہیں اور باقاعدگی سے اپنے پروگرام بھگتا رہے ہیں احباب مطلع رہیں اور مزید بھی دعا فرماتے رہیں کہ اسلام کی یہ زبان ہمیشہ بولتی رہے۔

مرزائیت سے توبہ

پڈعیدن۔ میاں نبی بخش صاحب دکاندار ساکن کرونڈی ضلع خیرپور جو تقریباً بیس سال سے مرزائی تھا مولانا تاج الدین صاحب بسمل نقشبندی کی تقاریر سے متاثر ہو کر مرزائیت سے تائب ہوگیا ہے اور اس کے قبیلے کے دیگر افراد بھی تائب ہونے پر غور وخوض کر رہے ہیں۔ (ناظم دفتر جمیعۃ علماء اسلام پڈعیدن)

بچوں کا صفحہ

شیخ العرب والعجم حضرۃ مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ

یہ مضمون مولانا محمد الحسنی ندوی کے ایک عربی مضمون کا ترجمہ ہے جسے مولانا محمد یحیٰ ہمدانی نے خدام الدین کے لئے ارسال فرمایا (ادارہ)

کیا آپ اس عظیم مسلمان کو جانتے ہیں جس نے سب سے پہلے انگریز کے فریب کو سمجھا اور یہ سمجھا کہ انگریزی استعمار ایک ذلیل منصوبہ اور انگریز ایک بدترین قوم ہے؟

کیا آپ اس ہستی سے واقف ہیں جس نے اپنے وسیع مطالعہ، طویل مشاہدہ اور اپنی مؤمنانہ فراست سے یہ جان لیا تھا کہ انگریز اپنے سوا دنیا کی تمام قوموں کو اپنا غلام اور ذلیل و حقیر مخلوق سمجھتے ہیں اور انگریزوں کا خیال یہ ہے کہ اُن کے سوا دنیا کی کسی قوم کو روئے زمین پر زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں؟

اور کیا آپ تاریخ اسلام کے اس بطل جلیل کا اسم گرامی جانتے ہیں۔ جو برطانوی استعمار کے وسیع مطالعہ میں بے نظیر اور آزادی ہند کے مجاہدین میں سرفہرست ہے۔

یہ اپنے وقت کے عظیم محدث و مفسر حضرۃ مولانا شیخ محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ ہیں، دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے طالب علم۔

آپ ۱۲۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند سے علوم دینیہ میں سند فراغ حاصل کی اور وہیں مدرس مقرر ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایک اور مقصد جلیل کے لئے اس دنیا میں بھیجا تھا۔ آپ کو اپنی قوم میں ایک انقلاب لانا اور قوم کو انگریزی استعمار کے خلاف جہاد کے لئے اٹھانا تھا۔ چنانچہ ایک طرف آپ کی عمر کا ایک بہترین حصہ علوم و معارف کے نشر و اشاعت میں گزرا تو دوسری طرف غیر ملکی حکومت کی مخالفت اور انگریزوں کے ناجائز تسلط سے آزادی کا حصول آپ کا نصب العین قرار پایا۔

حضرت شیخ نے اپنا سب کچھ ہندوستان میں ایک مضبوط تحریری و تقریری اور علمی اسلامی انقلاب برپا کرنے میں صرف کر دیا۔ اور جب کہ سینکڑوں طلباء آپ کی زبان فیض ترجمان سے بہتے ہوئے علوم و معاوف کے چشموں سے فیضیاب ہو رہے تھے اور ایک عالم آپ کے فضل و کمال کا معترف ہو چکا تھا آپ نے مقصد کی راہ میں ایک قدم اٹھایا، بہت سے مضامین لکھے جگہ جگہ تقریریں کیں وقت کی عظیم شخصیات سے ملے اپنے حق میں عالم اسلام کے مشہور زعماء کی تائید حاصل کی اور اکابر سے مدد کے وعدے لئے آپ کے جذبۂ آزادی کو مشتعل کرنے کے لئے ۱۸۵۷ء کا وہ ناکام انقلاب کافی تھا جس میں انگریزوں نے اپنی پوری وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا تھا، جگہ جگہ پھانسی گھر اور مذبح خانے قائم کئے اور مسلمانوں سے ان کے مطالبۂ آزادی پر نہایت بھونڈا انتقام لیا تھا۔ یہ انقلاب تاریخ کا ایک ایسا دردناک واقعہ ہے جس کے ذکر سے دل دہل جاتے ہیں۔ اور آنکھیں آنسو بہانے پر مجبور ہو جاتی ہیں، اس واقعہ کے ذکر میں دردناک سزاؤں، پھانسی گھروں، مذبح خانوں، چہروں پر بہتے ہوئے آنسوؤں اور گلیوں میں بہتے ہوئے خون کے سوا اور کچھ نہیں پھر اس انقلاب کی ناکامی کے بعد مسلمانوں کی پسماندہ حالت اور ہندوستان کا خوفناک مستقبل ہر صاحب دل کو خون کے آنسو رلاتا تھا۔

یہ خوفناک حالات اور تاریک فضائیں تھیں جن میں روشنی کی یہ کرن نمودار ہوئی یعنی حضرت شیخ نے نئے سرے سے انگریز کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور ایک نیا انقلاب برپا کرنا چاہا۔ یہ انقلاب اگرچہ ایک خاموش (علمی) انقلاب تھا لیکن بہرحال اپنے منفصد و معنی کے اعتبار سے اور پھر اپنے اس پس منظر کے لحاظ سے جس میں خون سے لکھی ہوئی آزادی کی داستانیں تھیں، یقینا ایک انقلاب تھا۔

آپ اٹھے اور بہت سے قلوب کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ایک قافلہ مرتب ہو گیا۔ جس نے اپنے مجوزہ میدان میں جہاد شروع کر دیا۔ نتیجتہً اس کے خون سے عرش استعمار ہل گیا اور برطانوی ایوانوں میں زلزلہ آگیا۔

پھر کچھ دنوں بعد حضرت شیخ اپنے اللہ سے جا ملے۔ لیکن آپ کی روح زندہ اور کارفرما رہی، آپ کی مساغی بار آور ہوئیں اور ہندوستان نے اپنی امیدوں اور آرزوؤں کو عروس آزادی سے ہمکنار ہو کر پا لیا۔ کاش! کہ حضرت شیخ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔

واقفِ اسرار

حافظ نور محمد انور

مانگ جو کچھ مانگنا ہے خالق غفار سے	تیری ہر حاجت روا ہوگی اسی دربار سے
اس کے در کو چھوڑ کر جاتا ہے کیوں غیروں کے پاس	فضل کی اُمید رکھ تو اپنے پالنہار سے
تیرے ظاہر اور باطن سب سے واقف ہے خدا	ہے عبث کچھ بھی چھپانا واقف الاسرار سے

ہو عمل پیرا سدا انورؔ خدا کے حکم پر
عاقبت میں تا نہ ہو محروم تو دیدار سے

۱۰ر نومبر ۱۹۶۷ء

۲۰

رجسٹرڈ ایل ۔ ۔ نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱ مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD ۹-۲-۶۷۹/۳۹ مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/M۲-۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ر مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا